بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

ISBN 978-969-9266-04-1

مفکرِ اسلام امام احمد رضا حنفی کے اصلاحی و تحقیقی افکار کا ترجمان

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 31 شمارہ: 07

جولائی ۲۰۱۱ء / رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: پروفیسر دلاور خاں

حُسنِ ترتیب

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/600 روپے

بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

25۔ جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی۔74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ﴿ادارہ﴾

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

اپنی بات

سُنّی صحافت کے عصری تقاضے

پروفیسر دلاور خاں

اسلام کا ایک مرکزی شعبہ رشد و ہدایت پر مشتمل ہے جس کی اپنی تابناک تاریخ، اصول اور مقاصد ہیں۔ رشد و ہدایت ایک مقصدِ عظیم ہے۔ اس کے حصول کے لیے یقیناً ذرائع و وسائل کی ضرورت ہے۔ دعوت و تبلیغ رشد و ہدایت کے مقاصد کے حصول کا نہایت کامیاب اور مؤثر ذریعہ ہے۔ اسلامی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ مسلم معاشرہ کی ہر اکائی دعوت و تبلیغ سے پیوستہ تھی خواہ وہ علما ہوں، صوفیاء تاجر ہوں کہ حکمران۔ ان مقدس ہستیوں نے اپنے اپنے دور کے میسر دعوت و تبلیغ کے ذرائع سے بھرپور استفادہ کیا۔ ایک واضح حکمتِ عملی، پالیسی اور اہداف کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی مقبولیت اور وسعت میں سرعت انگیزی دکھائی دیتی ہے۔

عصرِ حاضر میں دعوت و تبلیغ کا ایک مؤثر ذریعہ میڈیا ہے۔ ہر قوم میڈیا یا ذرائع ابلاغ کے بارے میں اپنی واضح پالیسی اور اہداف مقرر کرتی ہے جس کے ذریعے اس معاشرے میں فکری و نظری نظام مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ جس قوم کا ابلاغی نظام جتنا مستحکم ہوگا وہاں نظریات کی اشاعت اور دفاع اتنا ہی قوی ہوگا جس کے نتیجے میں فکری وحدت و پختگی جنم لیتی ہے۔ اس کی دوسری منزل سماجی اتحاد و یگانگت ہے۔

میڈیا اور معاشرے میں جسم و خون کا رشتہ ہے۔ جسمانی فکر و عمل کا انحصار خون کی صحت پر مشتمل ہے۔ خون جتنا صحت مند ہوگا، انسانی جسم کا فکر و عمل بھی اتنا ہی صحت مند ہوگا اگر خون کینسر کا شکار ہو جائے تو انسانی اعضا میں انحطاط حتیٰ کہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے اور جسم کے کسی حصے میں اپنی صحیح رفتار کے ساتھ اگر خون گردش نہ کرے تو وہ حصہ عضو معطل یعنی فالج زدہ ہو کر ناکارہ بن جاتا ہے۔ یہی حال میڈیا کا ہے۔ اگر وہ ایمانیات صالحیت کی حدت سے رواں دواں ہو معاشرے پر فکری نظری عملی اور ثقافتی اعتبار سے خوشگوار نتائج مرتب ہوتے ہیں لیکن جب اس خون میں کینسر شامل ہو جائے تو پورہ معاشرہ تعصب و عناد، اشتعال انگیزی، جنگ و جدل، نفرت و عداوت کے بھیانک کینسر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کسی معاشرے کا استحکام وہاں کے صالح ابلاغی نظام پر منحصر ہے۔ ابلاغی نظام رائے بنانے، رائے سے نظریہ اور نظریے سے عقیدہ کی تمام منازل طے کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابلاغی نظام کی پختگی عقیدے کی پختگی ہے اور عقیدے کی پختگی ملکی سلامتی کی ضمانت ہے۔ جس قوم میں فکری اور اعتقادی وحدت و پختگی ہو گی وہاں معاشی، سیاسی، مذہبی، نظریاتی اور ثقافتی استحکام دکھائی دیتا ہے۔ اسلام کے اس شعبے میں جیسے جیسے انحطاط شروع ہوا اسی تیزی سے ان کے سیاسی، معاشی، سماجی اور اخلاقی نظام بھی زوال کا شکار ہو گیا، جس کے نتیجے میں ان پاکیزہ نظام ہائے زندگی میں طاغوتی نظریات کا نفوذ ہوتا گیا جس سے ایک طرف اسلام کے آفاقی پیغام کی راہیں مسدود ہونے لگیں تو دوسری طرف مسلمانوں کے خلاف میڈیا وار کو کھلا میدان مل گیا۔

میڈیا وار میں توپ، ٹینک اور میزائل کا استعمال نہیں ہوتا بلکہ یہ جنگ ذرائع ابلاغ کے ذریعے لڑی جاتی ہے۔ عصرِ حاضر میں ۸۰٪ جنگ میڈیا کے ذریعے ہی جیتی جاتی ہے۔ پروپیگنڈہ کی غرض و غایت یہی ہے کہ مدمقابل کو ذہنی طور پر شکست سے دوچار کر کے اس کے حوصلے پست کیے جائیں اسلام دشمن ذرائع ابلاغ کی تہہ میں نظریاتی، معاشرتی، سیاسی، ثقافتی علمی و فکری احساسِ کمتری پیدا کرنے کے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ ایک بھرپور جنگ ہوتی ہے مگر آتشی اسلحہ کے بغیر لڑی جاتی ہے۔ اس جنگ کی فتوحات کے نظارے ہمیں دنیائے اسلام کے دانشوروں میں ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ اس گذید گی کا داد ہر برذی شعور مسلمان محسوس کرتا ہے۔

شیخ الاسلام احمد رضا محدث حنفی نے اغیار کی اس سازش کو خوب بھانپ لیا تھا۔ آپ نے اس درد کے درماں کا سامان مہیا فرمایا ایک صالح اور دفاعی صحافت کا شعور امت مسلمہ میں پیدا کیا اسی لیے آپ نے فرمایا کہ ”شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو، آپ کو اطلاع

دیں۔ آپ سرکوبیِ اَعدا کے لیے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔۔۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بہ قیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔۔۔" اس ترغیب و تشویق اور تحریک کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اور آپ کے خلفانے بھی رسائل وجرائد کا اِجرا فرماکر قلمی جہاد کا فریضہ سرانجام دیا۔

امام سوادِ اعظم اہلِ سنّت کی زیرِ سرپرستی ماہنامہ "الرضا" شائع ہوا، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کی زیرِ سرپرستی "یادگارِ رضا" جاری ہوا۔ اسی طرح مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی زیرِ سرپرستی ماہنامہ "نوری کرن" کا آغاز ہوا۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت ابراہیم رضا خاں نے ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" جاری کیا جو تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے تدبر و تفکر کا نتیجہ ہے پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں سنّی جرائد ورسائل کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے بقول مفکرِ اسلام حضرت علامہ اسلم شہزاد (لاہور) کہ "اس وقت صرف پاکستان میں سنّی جرائد ورسائل کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ سنّت میں صحافیانہ بے داری کی لہر موجود ہے۔ یہ رسائل خانقاہوں، مدارس، تنظیمات اور اداروں سے محدود وسائل کے باوجود مخلصین کی کاوشوں سے مسلسل نکل رہے ہیں۔ سنّی رسائل کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اکثر رسائل یکسانیت اور قدیم روش پر گامزن ہیں جو عصری صحافیانہ تقاضوں کو پورا کرنے سے عاری ہیں۔ کثیر سرمائے اور افرادی قوت کے مصرف کے باوجود عصری مسائل اور چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے سست روی کا شکار ہیں۔ خود ساختہ محدود صحافیانہ میدان نے بھی سنّی اثر پزیری کو محدود دائرۂ کار میں مقیّد کر دیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ صحافت کا میدان بہت وسیع ہے، اس کی سیکڑوں جہات ہیں۔ صحافت کی ہر جہت پر نئے رسائل شائع کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس سے ضروری اور آسان طریقہ یہ ہے کہ موجودہ رسائل اپنی ترجیح کے مخصوص موضوع کا انتخاب کرکے اپنے جاری کردہ رسالے کو اس مخصوص موضوع کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ مثلاً جریدۂ توحید، سیرت النبی، عقیدہ، صحابہ، اہلِ بیت، تصوف، القرآن، حدیث، تاریخ، فقہ، ادب، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، فلسفہ، سائنس، جغرافیہ، زراعت، تجارت، عائلی زندگی، بین الاقوامی تعلقات، حقوقِ انسانی، دفاعِ اہلِ سنّت اور شخصیات وغیرہ۔ مشاہدے میں ہے کہ دوچار رسائل ضرور مخصوص موضوعات پر شائع ہو رہے ہیں۔ سنی صحافت کے صرف پچاس موجودہ جرائد مخصوص موضوع پر جرائد کا اجراء کریں تو یقیناً ان کی اثر پزیری کے مثبت اور وسیع نتائج دکھائی دیں گے۔ کیوں کہ یہ عصری تقاضا ہے سنی صحافت کا دائرۂ کار اور میدان جتنا وسیع ہو گا، اس کے نتائج کی اثر پزیری اتنی ہی زیادہ ہو گی۔

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ خانقاہوں، دارالعلوم، تنظیمات اور اداروں سے منسلک اراکین اپنے ہی شائع کردہ رسائل نہ پڑھتے اور نہ خریدتے ہیں یہاں تک کہ اپنے رسالے کی ممبر سازی سے بھی لاتعلق رہتے ہیں۔ تنظیمی اور مذہبی تعلیم و تربیت کے لیے ضروری ہے کہ مشائخ اپنے مریدوں، ناظم مدارس اپنے طلبا اور تنظیمات اپنے ہر رکن کے لیے رسالہ بینی لازمی قرار دیں بلکہ ایک نظام وضع کریں کہ کتنے متعلقین شائع کردہ رسالہ خریدتے ہیں اور کتنے نہیں خریدتے۔ اسی طرح علما عوام اہلِ سنّت میں رسالہ بینی کا شوق پیدا کریں۔ اور جائزہ لیں کے ان کے کتنے عقیدت مند رسالہ بینی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس جائزے اور تشویق کے فوائد سنّی صحافت کے لیے کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔

سنّی صحافت سے عصری تقاضا ہے صوبائی اور علاقائی زبانوں میں رسائل کا اِجرا کریں اتنا بڑا خلا ہے جو ہر صورت میں پر کیا جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی زبانوں انگریزی، چینی، فرانسیسی، جاپانی، ہندی، فارسی اور عربی میں بین الاقوامی جرائد کے معیار کو پیشِ نظر رکھ کر جاری کیے جائیں اور بین الاقوامی جرنل کی Abstracting and Indexing Services سے رجسٹرڈ اور ISSN حاصل کیا جائے۔ مزید سنّی جرنل کی Abstracting and Indexing Service کا آغاز کیا جائے۔ سنّی صحافت اپنے ابلاغ کو وسیع کرنے کے لیے نیٹ پر اپنے رسائل کو شائع کریں۔ خاص طور پر سنیوں کا ہر موجودہ رسالہ نیٹ پر دستیاب ہو۔ اسی طرح بین الاقوامی زبانوں میں شائع ہونے والے رسائل کے لیے یہ حکمتِ عملی اپنائی جائے کہ ایک معیاری ای۔ جرنل (E- Journal) چند ہزار روپے سالانہ فیس دے کر نیٹ پر اپنے رسالے کے لیے Domain مخصوص کی جاسکتی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 24 پر ملاحظہ فرمائے)

حضور جیلانی میاں کی ایک اہم تقریر کا زبردست علمی نکتہ جو بجائے خود ایک مستقل مضمون ہے

معروف و منکر

مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں

مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا کے فرزند تھے۔ ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں اور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری آپ ہی کے صاحبزادگان ہیں۔ مفسر اعظم کی حیات و خدمات پر اب تک بہت کم مواد منظر عام پر آسکا ہے۔ آپکی جو تصانیف شائع ہوسکیں وہ بھی اب نایاب ہیں۔ ماہنامہ معارف رضا کے گذشتہ شماروں میں آپ کی دو تصانیف "ذکر اللہ" اور "زیارتِ قبور" شائع ہوئی ہیں۔ "معروف و منکر" کے عنوان سے آپ کی ایک مختصر تحریر اس ماہ شائع کی جارہی ہے۔ آپ کی ایک دوسری نایاب تصنیف "نعمت اللہ" انشاء اللہ جلد ہی ماہنامہ معارف رضا میں شائع ہوگی۔ عبید

جانتے پہچانتے اسے ہیں جس پہلے سے دیکھتے رہے ہیں، جو ہمارے درمیان ہمیشہ سے ہر جگہ موجود ہے۔ یہ ہے سبیل مومنین، راہ مسلوک، سنت جاریہ، سنت فاشیہ۔ جسے علماء نے من احدی الحجج کہا ہے۔ دلیلوں میں سے ایک حجت و دلیل تو ہمارے درمیان ہمیشہ سے جو رہا ہے، ہوتا رہا ہے، ہر شہر میں، ہر جگہ، جس پر علماء حق، علماء معروفین کا اجماع ہے مثلاً فاتحہ، ایصال ثواب، میلاد و قیام معروف ہے، جانا پہچانا ہوا ہے۔ اس کا انکار نئی بات، بدعت، عقیدہ جدیدہ ہے۔ یہ ہے منکر، اجنبی، نہ جانا نہ پہچانا ہوا۔ اس انکار کو جب جانتے جب یہ ہوا ہوتا یہ تو ہوا ہی نہیں تو یہ ہے غیر معروف، منکر، اجنبی۔

اس روشنی میں بھی حق و ناحق کو پہچانئے۔ قرآن شریف میں مومن کی صفت آئی یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر معروف کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ اور منافق کی صفت بیان ہوئی یامرون بالمنکر وینھون المعروف منکر کا حکم کرتے ہیں اور معروف سے منع کرتے ہیں اور معروف ہے فاتحہ و میلاد و قیام و تعظیم نبی ﷺ اور بقصد زیارت قبر شریف سفر کرنا یہ سب معروف ہے اس سے منع کرتے ہیں تو یہ منع کرنا یہی تو دلیل ہے ان کے منافق ہونے کی۔ اس لیے کہ اللہ نے فرمایا منافق معروف سے روکتا ہے۔

حدیث میں آیا یحش الناس علی عاداتھم لوگ اپنی عادتوں پر حشر کیے جائیں گے یعنی قبر میں اور روز قیامت جب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو ان کی عادتیں وہی ہونگی جن پر وہ مرے تھے مومن کی اپنی مخصوص عادت ہوگی۔ وہی تعظیم نبی ﷺ، بزرگوں کے لیے کھڑا ہو جانا، ان سے دست بوس قدم بوس ہونا وغیرہ وغیرہ اور منافق کی مخصوص عادت ہوگی اس کی ضد اس کے برعکس اس معروف کو شرک وبدعت جاننا۔

حدیث میں ہے جب میت کو قبر میں رکھا جائے گا اور قبر بند کردی جائے گی تو دو فرشتے آئیں گے (منکر نکیر) جو میت کو بٹھا دیں گے اس سے تیسرا سوال کریں گے ماکنت تقول فی ھذا الرجل اس مرد کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا؟ یہ سوال سرکار دوعالم ﷺ کے بارے میں ہوگا۔ تو مومن حسب عادت امر معروف پر عمل کرے گا قدمبوسی کرے گا، تعظیم کے لیے کھڑا ہو جائے گا اور درود و سلام پڑھنا شروع کرے گا، حضور سے استعانت کرے گا۔ جس معروف کا عادی تھا اس پر از خود عمل کرے گا، بے خود ہو جائے گا، نہایت مسرور ہوگا آپ کی زیارت پر اور یہ مسرت اس کی ابدی مسرت کا باعث ہو جائے گی اور منافق اپنی عادت پر اٹھے گا۔ نہ کھڑا ہوگا، نہ تعظیم کرے گا، نہ قدم مبوسی، نہ دست بوسی۔ بلکہ وہی ہمسری و سرکشی و تمرد۔ جس منکر کا وہ عادی تھا اسی پر از خود عمل کرے گا۔

نکتہ یہ ہے کہ مومن معروف پر عمل کرے گا اور منافق منکر پر۔ منکر کو آپ پہچان چکے اب یہاں ایک فرشتے کا نام ہے منکر دوسرے کا نام ہے نکیر جس کے معنی ہیں عذاب کے۔ یعنی جو منکر پر عمل کرتا ہے اس کا واسطہ منکر (فرشتے) سے پڑتا ہے اسے نکیر (فرشتہ) عذاب دیتا ہے جو معروف پر عمل کرتا ہے خصوصاً وقت امتحان وسوال قبر اس کا واسطہ منکر و نکیر سے نہیں پڑتا۔ تو منکر و نکیر ان کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں جیسے ہی ہمارے عمل بالمعروف کو دیکھیں گے ہمیں چھوڑ کر چل دیں گے اور ان پر مقامع حدید کی ضربات لامتناہی سے قیامت قائم ہو جائے گی۔ (ماخوذ از ماہنامہ اعلیٰ حضرت، شمارہ: جون ۱۹۶۲ء، بریلی، انڈیا)

حضور جیلانی میاں کی ایک اہم تقریر کا زبردست علمی نکتہ جو بجائے خود ایک مستقل مضمون ہے

معروف و منکر

مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں

مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا کے فرزند تھے۔ ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں اور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری آپ ہی کے صاحبزادگان ہیں۔ مفسر اعظم کی حیات و خدمات پر اب تک بہت کم مواد منظر عام پر آسکا ہے۔ آپکی جو تصانیف شائع ہوسکیں وہ بھی اب نایاب ہیں۔ ماہنامہ معارف رضا کے گذشتہ شماروں میں آپ کی دو تصانیف "ذکر اللہ" اور "زیارتِ قبور" شائع ہوئی ہیں۔ "معروف و منکر" کے عنوان سے آپ کی ایک مختصر تحریر اس ماہ شائع کی جارہی ہے۔ آپ کی ایک دوسری نایاب تصنیف "نعمت اللہ" انشاء اللہ جلد ہی ماہنامہ معارف رضا میں شائع ہوگی۔ عبید

جانتے پہچانتے اسے ہیں جس پہلے سے دیکھتے رہے ہیں، جو ہمارے درمیان ہمیشہ سے ہر جگہ موجود ہے۔ یہ ہے سبیل مومنین، راہ مسلوک، سنت جاریہ، سنت فاشیہ۔ جسے علماء نے من احدی الحجج کہا ہے۔ دلیلوں میں سے ایک حجت و دلیل تو ہمارے درمیان ہمیشہ سے جو رہا ہے، ہوتا رہا ہے، ہر شہر میں، ہر جگہ، جس پر علماء حق، علماء معروفین کا اجماع ہے مثلاً فاتحہ، ایصال ثواب، میلاد و قیام معروف ہے، جانا پہچانا ہوا ہے۔ اس کا انکار نئی بات، بدعت، عقیدہ جدیدہ ہے۔ یہ ہے منکر، اجنبی، نہ جانا نہ پہچانا ہوا۔ اس انکار کو جب جانتے جب یہ ہوا ہوتا یہ تو ہوا ہی نہیں تو یہ ہے غیر معروف، منکر، اجنبی۔

اس روشنی میں بھی حق و ناحق کو پہچانئے۔ قرآن شریف میں مومن کی صفت آئی یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر معروف کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ اور منافق کی صفت بیان ہوئی یامرون بالمنکر وینھون المعروف منکر کا حکم کرتے ہیں اور معروف سے منع کرتے ہیں اور معروف ہے فاتحہ و میلاد و قیام و تعظیم نبی ﷺ اور بقصد زیارت قبر شریف سفر کرنا یہ سب معروف ہے اس سے منع کرتے ہیں تو یہ منع کرنا یہی تو دلیل ہے ان کے منافق ہونے کی۔ اس لیے کہ اللہ نے فرمایا منافق معروف سے روکتا ہے۔

حدیث میں آیا یحش الناس علی عاداتھم لوگ اپنی عادتوں پر حشر کیے جائیں گے یعنی قبر میں اور روز قیامت جب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو ان کی عادتیں وہی ہونگی جن پر وہ مرے تھے مومن کی اپنی مخصوص عادت ہوگی۔ وہی تعظیم نبی ﷺ، بزرگوں کے لیے کھڑا ہوجانا، ان سے دست بوس قدم بوس ہونا وغیرہ وغیرہ اور منافق کی مخصوص عادت ہوگی اس کی ضد اس کے برعکس اس معروف کو شرک و بدعت جاننا۔

حدیث میں ہے جب میت کو قبر میں رکھا جائے گا اور قبر بند کردی جائے گی تو دو فرشتے آئیں گے (منکر نکیر) جو میت کو بٹھا دیں گے اس سے تیسرا سوال کریں گے ماکنت تقول فی ھذا لرجل اس مرد کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا؟ یہ سوال سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں ہوگا۔ تو مومن حسب عادت امر معروف پر عمل کرے گا قدمبوسی کرے گا، تعظیم کے لیے کھڑا ہوجائے گا اور درود و سلام پڑھنا شروع کرے گا، حضور سے استعانت کرے گا۔ جس معروف کا عادی تھا اس پر از خود عمل کرے گا، بے خود ہوجائے گا، نہایت مسرور ہوگا آپ کی زیارت پر اور یہ مسرت اس کی ابدی مسرت کا باعث ہوجائے گی اور منافق اپنی عادت پر اٹھے گا۔ نہ کھڑا ہوگا، نہ تعظیم کرے گا، نہ قدم مبوسی، نہ دست بوسی۔ بلکہ وہی ہمسری و سرکشی و تمرد۔ جس منکر کا وہ عادی تھا اسی پر از خود عمل کرے گا۔

نکتہ یہ ہے کہ مومن معروف پر عمل کرے گا اور منافق منکر پر۔ منکر کو آپ پہچان چکے اب یہاں ایک فرشتے کا نام ہے منکر دوسرے کا نام ہے نکیر جس کے معنی ہیں عذاب کے۔ یعنی جو منکر پر عمل کرتا ہے اس کا واسطہ منکر (فرشتے) سے پڑتا ہے اسے نکیر (فرشتہ) عذاب دیتا ہے جو معروف پر عمل کرتا ہے خصوصاً وقت امتحان و سوال قبر اس کا واسطہ منکر و نکیر سے نہیں پڑتا۔ تو منکر و نکیر ان کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں جیسے ہی ہمارے عمل بالمعروف کو دیکھیں گے ہمیں چھوڑ کر چل دیں گے اور ان پر مقامع حدید کی ضربات لامتناہی سے قیامت قائم ہوجائے گی۔ (ماخوذ از ماہنامہ اعلیٰ حضرت، شمارہ: جون ۱۹۶۲ء، بریلی، انڈیا)

مسئلہ امتناع کذب اور امام احمد رضا خاں کا حاشیۃ المسایرۃ

محمد منور عتیق رضوی (انگلینڈ)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے علوم نقلیہ و عقلیہ کی سینکڑوں کتب پر حواشی تحریر فرمائے۔ ان کے کتب خانے میں علمائے سابقین کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس پر انھوں نے حواشی نہ لکھے ہوں۔ امام کمال الدین ابن ہمام کی تصنیف "المسایرہ" اور اس کی شرح "المسامرۃ" پر بھی امام احمد رضا نے گراں قدر حواشی تحریر فرمائے۔ ان میں سے دستیاب حواشی ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے کتاب "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" جلد دوم میں شائع کیے۔ جائزہ نگار تھے علامہ شمس بریلوی اور مرتب تھے ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ یہ حواشی منور عتیق رضوی کی تحقیق و ترجمہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ عربی حواشی مضمون کے آخر میں ایک ساتھ بھی درج ہیں۔ قارئین و علما اپنی آرا اور مفید مشوروں سے نوازیں نیز طلبہ و محققین سے گزارش ہے کہ امام احمد رضا کی اس تصنیف کو اپنا موضوعِ تحقیق بنائیں۔ عبد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ امتناع کذب باری تعالیٰ پر اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام اہل سنت الشاہ مولانا احمد رضا خان القادری علیہ الرحمۃ کی عظیم تحقیقی خدمات ہیں۔ اس موضوع سے متعلق آپ کے بعض رسائل وافادات چھپ چکے ہیں جبکہ کئی حواشی اب تک منظرِ عام پر آ کر اہل علم سے داد و تحسین نہیں پا سکے۔ "حلیۃ شرح منیۃ" کے حاشیہ میں مسئلہ خلف وعید پر کلام فرمایا تو وہ ابھی تک چھپ نہ سکا۔ مسئلہ تعذیب مطیع پر اعلیٰ حضرت کا ایک علمی و تحقیقی حاشیہ "فواتح الرحموت" کے حواشی میں قلمی ہے جو ابھی تک صاف نہیں کیا گیا۔ امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ کی "التحریر" پر اعلیٰ حضرت کا حاشیہ ہے اور اس میں بھی اس مسئلہ پر کلام ہے جو ابھی منظر عام پر نہ آ سکا۔ اندازہ ہے کہ اور کتابوں پر آپ کے حواشی ہونگے جن میں مسئلہ امتناع کذب پر آپ نے کلام فرمایا ہو گا اور ابھی تک وہ منظر عام پر نہ آ سکے۔ "شرح مقاصد" کے حواشی ہمیں نا تمام ملے، شاید ان میں اعلیٰ حضرت نے مذہب اشاعرہ کی فروع پر کلام کیا ہو اور مسئلہ امکان کذب بھی زیر بحث آیا ہو لیکن اس وقت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حاشیہ "المسایرۃ" و "المسامرۃ" کو دیکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

"المسایرۃ" امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے جو مذہباً ماتریدی تھے اور "المسامرۃ" آپ کے تلمیذ ابن ابی الشریف الاشعری کی اس پر شرح ہے۔ امام احمد رضا کا یہ حاشیہ علامہ شمس بریلوی کے جائزے اور پروفیسر مجید اللہ قادری کی ترتیب پر مشتمل کتاب "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" کی جلد دوم کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۷۵ پر مطبوع ہے۔ ابھی تک قلمی ہے وہ بھی اصل سے کسی نے نقل کیا ہے اور مقابلہ و تصحیح کی ضرورت ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک حاشیہ "مسایرہ" کی ایک متنازعہ عبارت پر ہے جس سے اکثر دیوبندی مکتب فکر کے علما اپنے اکابر کے نظریۂ امکان کذب کا جواز نکالتے ہیں اور اسے دلیل بنا کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ اشاعرہ بھی امکان کذب کے قائل تھے۔ میری معلومات کے مطابق اس عبارت "مسایرہ" پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے حواشی اور نکات ابھی تک اصل سے مقابلہ و تصحیح عبارت کے ساتھ طبع نہیں ہو سکے۔ میں کتاب "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" جلد دوم سے اس کی عبارتیں لے کر اہل علم و فضل کے سامنے پیش کرنے کی سعادت پا رہا ہوں۔ مناسب مقامات پر اپنی طرف سے بعض فوائد کا بھی اضافہ کیا ہے۔

عبارت مسایرہ اور حاشیہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

"المسایرۃ" کے صفحہ ۱۸۹ پر امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ ابو البرکات نسفی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت "العمدۃ" سے نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ثم قال لایوصف تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لایدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ یقدر ولا یفعل" ترجمہ: "علامہ نسفی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظلم، جہالت اور کذب پر قادر ہونے سے موصوف نہیں ہوتا کیوں کہ محال اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل نہیں اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ ان پر قادر ہے اور کرتا نہیں ہے۔" (کلام علامہ نسفی ختم ہوا)

اس عبارت کا معنیٰ واضح ہے اور علامہ نسفی علیہ الرحمۃ کے قول میں تصریح ہے کہ معتزلہ امکان کذب کے قائل ہیں اور اسے تحت قدرت مانتے ہیں جبکہ اس کا وقوع ان کے نزدیک بھی نہیں۔ امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ اس کے بعد اس قول پر جرح فرماتے ہیں اور امام نسفی علیہ الرحمۃ پر یوں مواخذہ کرتے ہیں۔ "ولا شك فی ان سلب القدرۃ عما ذکر ھو مذھب المعتزلۃ واما ثبوتھا ثم الامتناع عن متعلقھا فبمذھب الاشاعرۃ الیق" "اس میں کچھ شک نہیں کہ مذکورہ امور (یعنی ظلم وجہالت، کذب) پر قدرت نہ ماننا یہی معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ قول کہ وہ ان امور پر قدرت کے باوجود انہیں نہیں کرتا اشاعرہ کے مسلک سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔"

اس پر شارح علامہ ابن ابی الشریف "المسامرۃ" میں لکھتے ہیں۔

"کانہ انقلب علیہ مانقلہ عن المعتزلۃ" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام نسفی نے معتزلہ سے جو نقل کیا ہے اس کی صورت ان کے ذہن میں پلٹ گئی ہے۔ یعنی معتزلہ کا مذہب تھا نقائص پر واجب تعالیٰ کی عدم قدرت اور امام نسفی کے ذہن میں یہ آگیا کہ معتزلہ کا مذہب ہے نقائص پر ثبوت قدرت۔

المسایرۃ اور المسامرۃ کی ان عبارات کا ماحصل یہ ہے: (۱) ماتن و شارح دونوں امام نسفی علیہ الرحمۃ پر جرح کرتے ہیں کہ معتزلہ قدرت علی الکذب کی نفی کرتے ہیں اس لئے اثبات قدرت علی الکذب کو معتزلہ کا مذہب بتانا درست نہیں۔(۲) ماتن قدرت علی الکذب کو مذہب اشاعرہ کے زیادہ مناسب بتاتے ہیں بنسبت مذہب معتزلہ کے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ عقیدہ مذہب اشاعرہ سے زیادہ مناسبت کس طرح رکھتا ہے؟ مگر نہ شارح علیہ الرحمۃ کوئی وجہ الیقیت و مناسبت ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی ماتن۔

اعلیٰ حضرت کا امام نسفی پر جرح کا جواب اور قائلین امکان کذب کا ردِ بلیغ

اب قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ قلم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس عبارت کو امکان کذب کی دلیل بنانے والوں کی جڑیں کیسے قلع فرمائی ہیں۔ ابن ابی الشریف علیہ الرحمۃ کی بات پر رقمطراز ہیں: "اقول یرید الرد علی الامام الاجل ابی البرکات عبداللہ النسفی صاحب المدارك والکنز والکافی والوافی والعمدۃ وغیرھا من التصانیف اللائقۃ فی التفسیر والفقہ" اقول کہہ کر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ شارح یہاں ایسے امام کا رد کرنا چاہتے ہیں جو متعدد بھاری تصنیفات کے مصنف ہیں اور علم میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی تصانیف کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے جو ایسی بات کہہ دیتے جس کا وزن نہ ہو۔

"والکلام بوجھین الاول انہ نسب الی المعتزلۃ القدرۃ علی تلك القاذورات وھم مع ضلالھم مبرؤون عن ذلك فقد صرحوا ایضاً وفاقا لاھل السنۃ باستحالۃ کل ذلك علیہ سبحانہ و تعالیٰ۔ اقول والجواب عنہ ان بعضھم لجھلہ اوضلالہ صرح بخلاف ذلك والامام النسفی ثقۃ فی النقل فلا یؤخذ علیہ لوجود النقل عن اکثر ھم وفاق اھل السنۃ فان بعضاً من قوم اذا قالوا بقول جاز النسبۃ الیھم علی سبیل مھملۃ (؟) وان کان اکثرھم لم یقولوابہ الاتری الی قولہ تعالیٰ "وقالت الیھود عزیر ابن اللہ" مع ان القائل بھذا من الیھود لم تکن الاشرذمۃ قلیلۃ کانوا و بانوا کما صرحوابہ"

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ امام نسفی پر کلام یہاں دو طرح ہے۔ اول یہ کہ انہوں نے قبائح پر قدرت باری ماننے کی نسبت معتزلہ کی طرف کر دی حالانکہ وہ اس اعتقاد سے بری ہیں۔ اس لئے کہ قبائح پر قدرت باری کو وہ بھی محال مانتے ہیں اور اس بارے میں معتزلہ کی تصریحات، اہل سنت کے مطابق ہیں۔ ہاں وہ اپنے دیگر عقائد فاسدہ کی وجہ سے گمراہ ضرور ہیں۔

اس کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اکثر معتزلہ کا وہی مذہب ہے جو اہل سنت کا ہے۔ لیکن بعض معتزلہ نے اپنی جہالت وضلالت کے باعث کذب پر قدرت باری ہونے کی صراحت کی ہے۔ امام نسفی نقل میں ثقہ ہیں۔ جب بعض معتزلہ سے اس فاسد عقیدے کی صراحت ثابت ہوگئی تو معتزلہ کی طرف اس کی نسبت کرنے کے باعث امام نسفی پر مؤاخذہ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس باب میں اکثر معتزلہ اہل سنت کے موافق ہیں۔ اس لئے کہ کسی قوم کے بعض افراد جس کسی بات کے قائل ہوں تو قوم کی طرف اس بات کی نسبت جائز و درست ہوتی ہے اگرچہ اکثر افراد اس کے قائل نہ ہوں۔ قضیہ مہملہ کی صورت میں یہی ہوتا ہے۔ مثلاً معاینہ یا امتحان لینے

والے کو کسی ادارے میں چند طلبہ محنتی ملے تو اس کا یہ کہنا صحیح ہے کہ "طلبہ محنتی ہیں" اگرچہ اکثر اس کے برخلاف ہوں۔ یا بعض طلبہ کو شرارت کرتے دیکھا تو آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ "طلبہ شریر ہیں" اگرچہ اکثر اس کے برخلاف ہوں۔ قضیہ مہملہ میں کل یا بعض کی صراحت نہیں ہوتی اس لئے بعض افراد کے لئے حکم ثابت ہونے کی صورت میں بھی قضیہ مہملہ ثابت رہتا ہے۔ اس اسلوب کلام کی نظیر خود قرآن مقدس میں موجود ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہود نے کہا: عزیر خدا کے بیٹے ہیں"۔ حالاں کہ اس کے قائل کل یا اکثر یہود نہ تھے بلکہ ان کی ایک چھوٹی سی ٹولی یہ عقیدہ رکھتی تھی جو کسی زمانے میں تھی بعد میں وہ بھی نہ رہی۔ علما اور مفسرین اس کی صراحت فرما چکے ہیں۔

فائدہ: صرف امام نسفی علیہ الرحمۃ نے ہی بعض معتزلہ کی طرف اس قبیح مذہب کو منسوب نہیں کیا۔ بلکہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں آیت: "ان اللہ یس بظلام للعبید" کی تفسیر میں اور علامہ ایجی نے مواقف میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ بعض معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور شرح مواقف میں شریف جرجانی علیہ الرحمۃ نے اسے ایک جماعت معتزلہ جس کا نام "مزداریہ" بتایا اس کی طرف اسے منسوب کیا جس کا بانی ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح تھا اور "راہب معتزلہ" کے لقب سے مشہور تھا۔ پتے کی بات یہ ہے کہ پچھلی صدی میں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے قدرت علی الکذب کو ثابت کرنے کی زبردست تحریک چلائی وہ دعویدار قطبیت و اعلیٰ مراتب شیخیت ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے علم سے پناہ دے جو گمراہی کا سبب بنے۔ آمین۔

کلام امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ کی دوسری جہت پر کلام

مزید اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"والثانی ان الذی نسبہ الی المعتزلۃ فھو انسب بمقال الاشاعرۃ النافیۃ للحسن والقبح العقلیین الاتری انھم یجوزون علی اللہ تعالیٰ التکلیف بالمحال الذاتی ویجوزون تعذیب المطیع الذی لم یعص اللہ طرفۃ عین و یزعمون انہ تعالیٰ یمتنع عن ذلک مختاراً لا انہ لا قدرۃ لہ علی ذلک فکان قیاس قولھم ان یقال ھھنا ایضاً کذلک۔ اقول وانت تعلم ان المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ لم یذکرہ مذھبا لنفسہ کیف وانہ لیس من الاشاعرۃ۔ بل من الماتریدیۃ کیف و قد نص بنفسہ فی نفس ھذا الکتاب فی الخاتمۃ (علی الصفحہ۶۴) حیث لخص عقائد اھل السنۃ وغیرھا اجمالاً لیحفظھا المؤمن ویعتقد بھا مانصہ: "لا ضد لہ تعالیٰ ولا مشابہ ولا حدولا نھایۃ ولا صورۃ یستحیل علیہ سمات النقص کالجھل والکذب" ھذا ھو عقیدتہ بل عقیدۃ جمیع اھل السنۃ فانہ قال فی صدر تلک الخاتمۃ "ولنختم الکتاب بایضاح عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ" ثم جعل یسردھا وذکر منھا ھذا فھو رحمہ اللہ تعالیٰ بنفسہ معتقد باستحالۃ الکذب علیہ تعالیٰ کاستحالۃ الجھل وعالم بان ھذا عقیدۃ جمیع اھل السنۃ الاتری انہ لم یذکرہ عقیدۃً لنفسہ فقط بل رواہ عن جمیع اھل السنۃ والجماعۃ وقد قدم الشارح رحمہ اللہ تعالیٰ (علی صفحہ۱۷۵) "انہ لا خلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ما کان وصف نقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزہ عنہ وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص" فھذہ عقیدۃ الاشاعرۃ وجمیع اھل السنۃ وانت تری انہ لم یذکرھا ھھنا روایۃ عن الاشاعرۃ ولا قال انہ مذھبھم او مذھب احد منھم وانما ذکر قیاساً منہ انہ الیق بمذھبھم"

کلام ابن ہمام میں امام نسفی پر جرح کی دوسری جہت یہ ہے کہ جو بات انھوں نے معتزلہ کی طرف منسوب کی وہ اشاعرہ کے قول سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ امام ابن ہمام کی اس بیان کردہ مناسبت کی وجہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اشاعرہ عقلی حسن وقبح کی نفی کرتے ہیں۔ یعنی یہ نہیں مانتے کہ عقلاً کوئی چیز اچھی یا بری ہے بلکہ شارع نے جسے جائز کہا وہ اچھی ہے جسے ناجائز کہا وہ بری ہے۔ اس لئے وہ مانتے ہیں کہ جو امر محال بالذات ہے، باری تعالیٰ بندے کو اس کی بجا آوری کا مکلف بنا سکتا ہے۔ بلفظ فنی: تکلیف بہ محال ذاتی جائز و ممکن ہے۔ اسی طرح وہ اطاعت شعار بندہ جس کا ایک لمحہ بھی رب کی نافرمانی میں نہ گزرا، باری تعالیٰ اسے عذاب دے سکتا ہے۔ بلفظ اصطلاحی: تعذیب مطیع جائز و ممکن ہے۔ اور اشاعرہ یہ خیال رکھتے ہیں کہ باری تعالیٰ تکلیف بہ محال ذاتی اور تعذیب مطیع سے باختیار خود باز رہتا ہے۔ یعنی بالفعل وہ کسی محال کا بندے کو نہ مکلف بناتا ہے نہ کسی واقعی مطیع کو عذاب دیتا ہے۔ ایسا نہیں کہ تکلیف بالمحال یا تعذیب مطیع پر اسے قدرت نہیں۔ تو اشاعرہ کے قول مذکور پر قیاس کرتے ہوئے یہاں بھی کہا جا سکتا ہے کہ باری تعالیٰ کو کذب پر قدرت تو ہے مگر وہ کذب کو عمل میں نہیں لاتا۔ (اگر یہ قول ہو تو اشاعرہ کے

مذہب سے زیادہ میل کھاتا ہوا ہو گا بر خلاف مذہب معتزلہ کے)

یہ بیان فرمانے کے بعد اعلیٰ حضرت قیاس کا بھی جواب عطا فرماتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے اس عبارت سے استناد کا سدِ باب فرماتے ہیں۔ اقول کہہ کر تقریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

۱۔ قدرت علی الکذب کو ماتن علیہ الرحمۃ اپنا مذہب نہیں قرار دے رہے ہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا اس لئے آپ اشعری نہیں ماتریدی ہیں۔

۲۔ پھر اپنا عقیدہ خاتمۃ الکتاب میں خود تلخیصاً ذکر فرماتے ہیں جسے تمام اہل سنت اشاعرہ و ماتریدیہ کا مذہب قرار دیتے ہیں کہ استحالہ کذب استحالہ جہل ہی کی طرح ہے کہ دونوں محال ذاتی و عقلی ہیں اور تحت قدرت نہیں۔

۳۔ پھر شارح ابن ابی الشریف علیہ الرحمۃ (جو ماتن یعنی امام ابن ہمام کے شاگرد اور خود اشعری ہیں) پہلے بیان کر چکے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو بندوں کے حق میں نقص ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی نقص ہے اور کذب نقص ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بالاتفاق ہر نقص سے منزہ ہے۔ پس استحالہ کذب اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ٹھہرا۔

۴۔ ابن ہمام علیہ الرحمۃ اشاعرہ سے یہ مذہب روایت بھی نہیں فرما رہے ہیں۔

۵۔ نہ یہاں تصریح کر رہے ہیں کہ یہ کسی اشعری کا مذہب ہے۔

۶۔ بلکہ یہ ان کا اپنا قیاس اور رائے ہے جس کا وہ اظہار فرما رہے ہیں کہ اس مسئلے کی ظاہری صورت مذہب اشاعرہ کے زیادہ قریب و موافق ہے۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس قیاس و رائے کے فساد و بطلان کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ووجه زعم الاليقية وهى ما ذكرنا من اقاويلهم فى التكليف بالمحال وتعذيب المطيع ومن الجلى عند كل من له حظاً من العقل ان ماىذكر قياساً على بعض ما صدر منهم من الاقاويل لا يكون مذهبهم اصلاً وان لم يات منهم تصريح بخلاف فكيف وهم قاطبة مصرحون ببطلانه فكيف والمصنف بنفسه والشارح كذلك نقلاً عن مذهب اهل السنة والجماعة ماهو قاض ببطلان هذا القياس فكيف وفساد هذا القياس واضح بغيرالتباس كمابينه تلميذ المصنف الاكبر العلامة قاسم بن قطلوبغا رحمه الله تعالىٰ فى حاشيته على هذا الكتاب" (علی الصفحۃ ۱۸۱) "والحق ان هذا القياس انما ينشؤ مما وقع من الاشاعرة من تحيرات وترددات نشات عن غفلتهم عن محل الوفاق فى مسالة الحسن والقبح العقليين كما بينه المصنف رحمه الله تعالىٰ آنفا بيانا شافياً" (على الصفحه ۱۷۴ و ۱۷۵) فسبحن الله لا ينسى۔

اس عبارت کا ماحصل حسب ذیل ہے:

۱۔ مذہب اشاعرہ سے مناسب خیال کرنے کی وجہ وہی ہے جو تکلیف بالمحال اور تعذیب مطیع سے متعلق ہم نے اشاعرہ کے اقوال بیان کیے۔

۲۔ جسے بھی عقل کا کچھ حصہ ملا ہے اس کے نزدیک یہ امر عیاں ہے کہ اشاعرہ سے جو اقوال صادر ہوئے ان میں سے کسی ایک پر قیاس کرتے ہوئے جو بات کہی جائے وہ ان کا مذہب ہر گز نہ ہو گی اگرچہ ان کی تصریح اس بات کے بر خلاف موجود نہ ہو۔

۳۔ پھر اس صورت میں وہ بات ان کا مذہب کیسے ہو سکتی ہے جب کہ سب کے سب اشاعرہ اس کے باطل ہونے کی تصریح کر چکے ہیں۔

۴۔ مزید بر آں خود مصنف اور شارح اس باب میں تمام اہل سنت و جماعت کا مذہب وہ نقل کر رہے ہیں جو اس قیاس کے بطلان کا قطعی فیصلہ کر رہا ہے۔

۵۔ اس سے بھی آگے یہ کہ مصنف کے تلمیذ اکبر علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اس کتاب پر اپنے حاشیہ میں اس قیاس کا فساد و بطلان بہت واضح طور پر عیاں کر دیا ہے۔

یہ تائیدات ذکر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

۶۔ حق یہ کہ عقلیت حسن و قبح کے مسئلے میں مقام اتفاق سے غفلت کے باعث حضرات اشاعرہ سے جو حیرت و تردد پر مبنی باتیں سرزد ہوئی ہیں انہی کی جڑ سے یہ قیاس پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ اشاعرہ کی یہ باتیں خود مصنف علیہ الرحمۃ (ص ۱۷۴، ۱۷۵) شافی طور پر بیان کر چکے ہیں۔ مگر اپنا یہ قیاس لکھتے ہوئے یہ ملحوظ نہ رکھ سکے کہ وہ سب حیرت و تردد کی باتیں ہیں جو قابل التفات نہیں۔ کسی دوسرے امر کا ان پر قیاس کیسے روا ہو گا۔ پاک ہے وہ ذات جسے

سہو ونسیان نہیں۔

فائدہ: امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ اور دوسرے اعلام نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا کہ حسن وقبح کے تین معنیٰ ہیں: صرف ایک معنیٰ مختلف فیہ ہے اور باقی دو معنوں میں تمام اشاعرہ و ماتریدیہ و معتزلہ کا اتّفاق ہے۔

۱۔ کسی چیز کا اچھا یا برا ہونا بایں معنیٰ کہ وہ صفت کمال یا صفت نقص ہے جیسے علم اور جہل۔ اس معنی میں حسن وقبح کا ادراک عقل سے ہو جاتا ہے۔ خواہ شریعت وارد ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح کذب کا صفت نقص ہونا عقلاً معلوم و مسلم ہے۔

۲۔ کسی غرض اور مقصد کے موافق ہونے کے باعث کسی امر کا اچھا ہونا، اور ناموافق ہونے کے باعث برا ہونا۔ یہ حسن و قبح بھی عقلی ہے۔ مثلاً "قتل زید" اس کے دشمنوں کی نظر میں اچھا ہے اور دوستوں کی نظر میں برا ہے۔

۳۔ تیسرا اختلافی معنیٰ حُسنِ فعل، اس معنیٰ میں کہ وہ رب کے نزدیک دنیا میں قابل مدح اور آخرت میں قابل ثواب ہے اور قبح فعل اس معنیٰ میں کہ وہ خدا کے نزدیک دنیا میں قابل مذمت اور آخرت میں قابل عقاب ہے۔ اشاعرہ عقل کو ان معنوں کے ادراک میں مستقل نہیں مانتے بلکہ انہیں ورود شرع پر موقوف مانتے ہیں۔ اب مقام بحث میں بعض اشاعرہ سے ذہول ہوا اور انہوں نے کذب کے نقص عقلی میں تحیر کیا جبکہ کذب کا قبح عقلی بمعنی نقص اجماعی ہے۔ علامہ تفتازانی "شرح مقاصد" میں ان بعض علما کے نام اور اقوال ذکر کرنے کے بعد ان کے ذہول پر تعجب فرماتے ہیں۔ خود ابن ہمام یہ ساری بات "المسایرۃ" میں چند صفحات قبل بیان کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو ان کی عبارت:

"کثیراً ما یذهل اکابر الاشاعرة من محل النزاع فی مسئلتی الحسن والقبح العقلیین لکثرة ما یشعرون فی النفس ان لاحکم للعقل بحسن ولا قبح فذهب عن خاطرهم محل الاتفاق حتی تحیر کثیر منهم فی الحکم باستحالة الکذب علیه لانه نقص (الی ان قال) حتی قال بعضهم ونعوذ بالله مما قال لا یتم استحالة النقص علیه الاعلی رای المعتزلة القائلین بالقبح العقلی (الی ان قال) وکل هذا منهم للغفلة عن محل النزاع حتی قال بعض محققی المتاخرین منهم (ای من الاشاعرۃ وھو المولی سعد الدین فی شرح المقاصد) بعد ما حکی کلامهم هذا وانا اتعجب من کلام هولاء المحققین الواقفین علی محل النزاع فی مسئلتی الحسن والقبح" انتھی (المسایرہ مع المسامرۃ ص ۱۸۳ تا ۱۸۷۔ طبع دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، بلوچستان)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ کے نزدیک نظریہ امکان کذب باطل ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

رشید احمد گنگوہی کا عبارت مسایرہ سے استدلال

اس تقریر جلیل کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس عبارت کو امکان کذب کی دلیل بنانے والوں کی بیخ کنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اذا عرفت هذا وضح عندك بتوفیق الله ان تشبث هذا المکذب الذی ظهرفی زماننا بکنکوه بهذه العبارة لمذهبه الخبیث انما هو تشبث الغریق بالحشیش فانه ان اراد ان هذا مذهب المصنف رحمه الله فهو قدس سره مکذب له و متحاش عنه بنصه الصریح فی الخاتمة وان اراد انه مشرب الشارح رحمه الله تعالیٰ فهو مکذب له و متبری منه بنصوصه الجلیة المارة والآتیة (علی الصفحۃ ۱۷۵ و ۶۴) وغیر ذلك وان اراد انه مذهب الاشاعرة فهم مکذبون له و براء عنه بشهادة المصنف والشارح فیما نقل عنهم فی الصفحتین المذکورتین وایضاً بنصوص الاشاعرة انفسهم کما نقلنا ها فی "سبحن السبوح" وان اراد التمسك بان هذا هو الیق والصق باقوالهم وان لم یقولوا به فلیعترف الظالم الکذوب المکذب اولاً انه یخالف ائمة اهل السنة والجماعة قاطبة ویقول بما لم یقل به احد منهم بل صرحوا جمیعاً ببطلانه وانما یرید التمسك لبدعته بما زعم ابن الهمام انه الیق بقول الاشاعرة مع تصریحه بنفسه بانه لیس مذهب اهل السنة الجماعة بعد ذلك یظهر عند کل من له سمع و بصر انك قد فارقت الجماعة و خرقت الاجماع و اثرت الخلاعة واخترت الابتداع و قلت بما ابطله ائمة السنة الجماعة جمیعاً وسببت ربك بملاء فیك سباً شنیعاً وتشبثت بقیاس فاسد باطل (؟) نشا عن ملاحظة اقوال نشات عن غفلة وذهول (العبارۃ غیر واضحۃ) یاکیاد کابن صیاد و من یضلل الله فماله من هاد ولا حول ولا قوة الا بالله الکریم الجواد و صلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد و آله وصحبه وسائر الاحباء آمین" انتھی

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ رشید احمد گنگوہی نے امکان

کذب کا فتنہ کھڑا کیا اور اس عبارت کو اپنے مذہب باطل کے لئے دلیل بنایا۔

۱۔ اگر اس کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ قدرت علی الکذب ابن ہمام علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے تو وہ خاتمہ میں اس کی تکذیب کرتے ہیں (اور مسئلہ حسن و قبح عقلیین میں بھی کذب کو محال بتا چکے)

۲۔ اگر اس کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ یہ شارح ابن ابی الشریف علیہ الرحمۃ کا عقیدہ ہے تو وہ بھی اس سے اپنی برأت متعدد نصوص میں ظاہر کر چکے ہیں۔ ان کی یہ عبارت تو گزر چکی۔ "قلنا لا خلاف بین الاشعریة وغیرهم فی ان کل ما کان وصف نقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزه عنه وهو محال علیه تعالیٰ والکذب نقص" (ص ۱۸۴)۔ ترجمہ: اشعریہ اور غیر اشعریہ کے نزدیک اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو امر بندوں کے حق میں صفت نقص ہو، باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور اس کے لئے وہ محال ہے۔ کذب بھی صفت نقص ہے۔ اور دوسری عبارت یہ ہے: "قلنا لا خلاف فی ان الکذب وصف نقص عند العقلاء" (ص ۱۸۴)۔ "یہ بالکل واضح ہے کہ کذب اہل عقل کے نزدیک صفت نقص ہے۔" اور اصل خامس میں شارح علیہ الرحمۃ نے ابن ہمام علیہ الرحمۃ کی تائید فرمائی کہ کذب کا نقص عقلی ہونا تمام اشاعرہ و ماتریدیہ و معتزلہ کے نزدیک مجمع علیہ ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت "المسایرة" مع "المسامرة" (ص۱۰۹)۔ "لا نزاع فی استقلال العقل بادراك الحسن والقبح بمعنی صفة الکمال وصفة النقص کالعلم والجهل وکالعدل والظلم فان العقل یستقل بادراك حسن العلم والعدل وقبح الجهل والظلم" "اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حسن و قبح بمعنی صفت کمال و صفت نقص سمجھنے میں عقل مستقل ہے جیسے علم و جہل اور عدل و انصاف کہ عقل علم اور عدل کو اچھا، جہل اور ظلم کو برا سمجھنے میں مستقل ہے یعنی ورود شرع کے بغیر بھی ان امور کا حسن و قبح خود ادراک کرتی ہے۔"(اسی طرح بعض اشاعرہ کا محل اتفاق سے غفلت کرنا بھی شارح علیہ الرحمۃ کے نزدیک مسلم ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۴)

۳۔ اگر رشید احمد گنگوہی کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ اشاعرہ قدرت علی الکذب کے قائل ہیں تو ماتن و شارح اور خود اشاعرہ نے اس کی تکذیب کر دی اور اقوال اشاعرہ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ("سبحٰن السبوح" میں) ذکر فرما کر اس مقصد کو بھی کھوکھلا بنا دیا۔

۴۔ اور اگر اس کا مقصد اس استناد سے یہ ہے کہ قدرت علی الکذب کا عقیدہ مذہب اشاعرہ کے مناسب اور موافق بتائے اگرچہ انھوں نے اس کی تصریح خود نہیں کی تو وہ پہلے اس بات کا اعتراف کرے کہ وہ اپنی بدعقیدگی اور گمراہی کو ثابت کرنے کے لئے ایک ایسا قول کر رہا ہے جو تمام اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے خلاف ہے اور ایک ایسے مصنف یعنی ابن ہمام علیہ الرحمہ کی عبارت سے استدلال کرتا ہے جو تصریح کرتے ہیں کہ یہ مذہب اہل سنت کا نہیں اس کے بعد ہر ذی عقل وشعور جان لے گا کہ گنگوہی خرق اجماع کر کے جماعت مسلمین سے جدا ہوا اور بدعت کو اختیار کیا اور ایسا قول کیا جسے ائمہ اہل سنت و جماعت باطل بتا چکے ہیں اور بھرے منہ وہ رب تعالیٰ کو شنیع گالی دیتا ہے کہ وہ کذب پر قادر ہے۔ وہ بھی محض ایک قیاس کی بنیاد پر جو ایسے بعض اقوال اشاعرہ پر مبنی ہے جو غفلت و ذہول کی بنا پر ان سے صادر ہوئے۔ یوں وہ ایک قیاس فاسد کو اپنی دلیل بنا کر کید اور مکاری کرتا ہے اور جسے خدا تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔

یہ ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا وہ عظیم حاشیہ جو ابھی تک توضیح کے ساتھ چھپ نہ سکا تھا۔ اب دیکھیے اس حاشیے کے نتائج کیا ہیں۔

۱۔ امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ کی امام نسفی پر جرح غلط ٹھہری۔ بعض معتزلہ امکان کذب کے قائل تھے اور انہی کی طرف امام نسفی نے اس مذہب کو قضیہ مہملہ کے طور پر منسوب کیا تھا اور ایسی نسبت جائز و صحیح ہے۔

۲۔ ماتن ابن ہمام علیہ الرحمۃ شارح ابن ابی الشریف علیہ الرحمۃ محشی قاسم بن قطلوبغا علیہ الرحمۃ اور تمام اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ کذب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل نہیں کیونکہ وہ نقص ہے۔

۳۔ امام ابن ہمام نے قدرت علی الکذب کو مذہب اشاعرہ کے زیادہ مناسب بتا کر تصریح کر دی ہے کہ اشاعرہ کا مذہب نہیں، نہ ان میں کسی ایک سے اس بات کی کوئی روایت ہے؛ بلکہ یہ اشاعرہ پر بطور الزام امام ابن ہمام کی اپنی رائے اور قیاس ہے اور یہ قیاس خود ان کی ہی عبارت سے فاسد ہے کیونکہ وجہ مناسبت مسئلہ حسن و قبح عقلیین میں بعض اشاعرہ کا ذہول کی بنا پر یہ قول تھا کہ کذب کا نقص عقلی نہیں۔ ابن ہمام نے تصریح کی ہے کہ یہ قول ان سے حسن و قبح عقلیین کے

محل اتفاق سے غفلت کی وجہ سے تھا۔ جب اصل ہی خطا ہے تو اس پر قیاس کیسے درست ہو سکتا ہے؟

۴۔ اگر یہ واقعتاً اشاعرہ کا مذہب ہوتا تو امام ابن ہمام صاف کہہ دیتے "فھو مذھب الاشاعرۃ" اس سے کیا مانع تھا؟ لیکن اس طرح قطعاًنہ فرمایا کیونکہ یہ مذہب اشاعرہ نہیں۔

۵۔ دوسرے کے مذہب کے بارے میں کسی کی رائے اور قیاس ہر گز اس کا مذہب نہیں ہوتا۔ بالخصوص جب کہ اس رائے کے خلاف اس دوسرے کی تصریحات موجود ہوں۔

۶۔ اس قیاس کے فساد و بطلان کو ابن ہمام علیہ الرحمۃ کے تلمیذ اکبر محشی فاضل قاسم ابن قطلوبغا علیہ الرحمۃ نے اپنے "حاشیہ المسایرۃ" میں ذکر کیا۔ کیا اب بھی اس عبارت سے استدلال کا جواز رہ جاتا ہے؟

۷۔ جو امکان کذب اور قدرت علی الکذب کا عقیدہ رکھتا ہے وہ تمام علمائے اہل سنت و جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے بدعت و گمراہی کی راہ چلتا ہے۔

کاتب غفرلہ (منور عتیق) اس مقام پر ایک وضاحت کرنا چاہتا ہے۔ شاید یہ کوئی کہے کہ امام ابن ہمام نے قدرت علی الکذب کو حسن و قبح عقلیین پر تھوڑا ہی قیاس کیا ہے۔ قیاس تو انہوں نے مسئلہ تعذیب مطیع پر کیا ہے جو اشاعرہ کا مذہب صحیح ہے، تو قیاس درست ٹھہرا۔ جواب اولاً یہ ہے کہ امام ابن ہمام نے وجہ قیاس خود ذکر نہ فرمائی۔ آپ کے تلمیذ اکبر قاسم ابن قطلوبغا نے وجہ قیاس مسئلہ حسن و قبح عقلیین میں تحیرات اشاعرہ کو خود ذکر فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایک وجہ قیاس ضرور ہے۔ ثانیاً مسئلہ تعذیب مطیع بھی وجہ قیاس ہو سکتا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس کا بھی ذکر فرمایا۔ اگرچہ تعذیب مطیع کا جواز و امکان عقلی مذہب اشاعرہ ہے لیکن اس پر قدرت علی الکذب کو قیاس کرنا باطل ہے۔ وجہ بطلان یہ ہے کہ تعذیب مطیع اشاعرہ کے نزدیک ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے اور وہ غیر جس کی وجہ سے امتناع ہے وہ کذب باری تعالیٰ ہی تو ہے اور قاعدہ ہے کہ ممتنع بالغیر کے وقوع سے محال بالذات لازم آتا ہے سو کذب باری محال بالذات ہوا اور وہ ان آیات وعد کا کذب ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل اطاعت کو انعام کا وعدہ فرمایا ہے۔ جب وہ وعدہ فرما چکا کہ اس کے خلاف نہ کرے گا تو تعذیب مطیع کا محال بالغیر ہونا کذب باری تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ اب بتاؤ کہ وہ قیاس کس طرح درست ٹھہرا؟ خود اس مسئلہ تعذیب سے واضح ہو رہا ہے کہ کذب محال ذاتی ہے پس یہ قیاس باطل ٹھہرا۔

الحاصل قائلین امکان کذب کا عبارت "مسایرہ" کو اپنے مذہب نامہذب کی دلیل بنانا اور اسے اشاعرہ کا مذہب بتانا غلط ثابت ہوا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ہر پہلو سے مذہب اشاعرہ کو اس قبیح مذہب سے بری ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت اطہر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اہل عقل کو حق تسلیم کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

کتبہ خادم نعال علماء اہل السنۃ والجماعۃ، العبد محمد منور عتیق، برمنگھم یو کے ۸ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ۔ کاتب عفی عنہ فاضل جلیل حضرت علامہ احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور۔ انڈیا کا تہہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے تھوڑے وقت میں اس مقالے کی نظر ثانی فرما کر اس کی افادیت کو بڑھایا فجزاہ اللہ خیرا فی الدارین۔

عربی عبارات وحواشی

قال الامام ابن همام رحمه الله فی المسایرة

"ثم قال (ای الامام النسفی فی العمدة) "لایوصف تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والسفه والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرة وعند المعتزلة یقدر ولا یفعل" ولا شك فی ان سلب القدرة عما ذکر هو مذهب المعتزلة واما ثبوتها ثم الا متناع عن متعلقها فبمذهب الاشاعرة الیق"

قال الشارح العلامة ابن ابی الشریف رحمه الله فی المسامرة

"كانه انقلب علیه (ای علی الامام النسفی) مانقله عن المعتزلة"

رقم الامام احمد رضا البریلوی رحمه الله فی حواشیه علیها

"اقول یرید الرد علی الامام الاجل ابی البرکات عبدالله النسفی صاحب المدارك والکنز والکافی والوافی والعمدة وغیرها من التصانیف اللائقة فی التفسیر والفقه۔ والکلام بوجهین الاول انه نسب الی المعتزلة القدرة علی تلك القاذورات وهم مع ضلالهم مبرؤون عن ذلك فقد صرحوا ایضاً وفاقالا هل السنة باستحالة کل ذلك علیه سبحانه و تعالیٰ۔ اقول والجواب عنه ان بعضهم لجهله اوضلاله صرح بخلاف ذلك والامام النسفی ثقة فی النقل فلا یؤخذ علیه لوجود النقل عن اکثرهم وفاق اهل السنة

فان بعضاً من قوم اذا قالوا بقول جاز النسبة اليهم على سبيل مهملة (؟) وان كان اكثرهم لم يقولوابه الاترى الى قوله تعالىٰ "وقالت اليهود عزير ابن الله" مع ان القائل بهذا من اليهود لم تكن الاشرذمة قليلة كانوا و بانوا كما صرحوابه۔"

والثانى ان الذى نسبه الى المعتزلة فهو انسب بمقال الاشاعرة النافية للحسن والقبح العقليين الاترى انهم يجوزون على الله تعالىٰ التكليف بالمحال الذاتى ويجوزون تعذيب المطيع الذى لم يعص الله طرفة عين و يزعمون انه تعالىٰ يمتنع عن ذلك مختاراً لا انه لا قدرة له على ذلك فكان قياس قولهم ان يقال ههنا ايضاً كذلك۔ اقول وانت تعلم ان المصنف رحمه الله تعالىٰ لم يذكره مذهبا لنفسه كيف وانه ليس من الاشاعرة۔ بل من الماتريدية كيف و قد نص بنفسه فى نفس هذا الكتاب فى الخاتمة (على الصفحة ۲۴) حيث لخص عقائد اهل السنة وغيرها اجمالاً ليحفظها المؤمن ويعتقد بها مانصه: "لا ضدله تعالىٰ ولا مشابه ولا حدولا نهاية ولا صورة يستحيل عليه سمات النقص كالجهل والكذب" هذا هو عقيدته بل عقيدة جميع اهل السنة فانه قال فى صدرتلك الخاتمة "ولنختم الكتاب بايضاح عقيدة اهل السنة والجماعة" ثم جعل يسردها وذكر منها هذا فهو رحمه الله تعالىٰ بنفسه معتقد باستحالة الكذب عليه تعالىٰ كاستحالة الجهل وعالم بان هذا عقيدة جميع اهل السنة الاترى انه لم يذكره عقيدةً لنفسه فقط بل رواه عن جميع اهل السنة والجماعة وقد قدم الشارح رحمه الله تعالىٰ (على صفحه ۱۷۵) "انه لا خلاف بين الاشعرية وغيرهم فى ان كل ما كان وصف نقص فى حق العباد فالبارى تعالىٰ منزه عنه وهو محال عليه تعالى والكذب وصف نقص" فهذه عقيدة الاشاعرة وجميع اهل السنة وانت ترى انه لم يذكرها ههنا رواية عن الاشاعرة ولا قال انه مذهبهم او مذهب احد منهم وانما ذكر قياساً منه انه اليق بمذهبهم۔

ووجه زعم الاليقية وهى ما ذكرنا من اقاويلهم فى التكليف بالمحال وتعذيب المطيع ومن الجلى عند كل من له حظاً من العقل ان مايذكر قياساً على بعض ما صدر منهم من الاقاويل لا يكون مذهبهم اصلاً وان لم يات منهم تصريح بخلاف فكيف وهم قاطبة مصرحون ببطلانه فكيف والمصنف بنفسه والشارح كذلك نقلاً عن مذهب اهل السنة والجماعة ماهو قاض ببطلان هذا القياس فكيف وفساد هذا القياس واضح بغيرالتباس كمابينه تلميذ المصنف الاكبر العلامة قاسم بن قطلوبغا رحمه الله تعالىٰ فى حاشيته على هذا الكتاب(على الصفحة ۱۸۱) "والحق ان هذا القياس انما ينشؤ مماوقع من الاشاعرة من تحيرات وترددات نشات عن غفلتهم عن محل الوفاق فى مسالة الحسن والقبح العقليين كما بينه المصنف رحمه الله تعالىٰ آنفا بيانا شافياً (على الصفحه ۱۷۴ و ۱۷۵) فسبحن الله لاينسى۔"

اذا عرفت هذا وضح عندك بتوفيق الله ان تشبث هذا المكذب الذى ظهرفى زماننا بكنكوه بهذه العبارة لمذهبه الخبيث انما هو تشبث الغريق بالحشيش فانه ان اراد ان هذا مذهب المصنف رحمه الله فهو قدس سره مكذب له ومتحاش عنه بنصه الصريح فى الخاتمة وان اراد انه مشرب الشارح رحمه الله تعالىٰ فهومكذب له و متبرى منه بنصوصه الجلية المارة والآتية (على الصفحة ۱۷۵ و ۲۴) وغيرذلك وان اراد انه مذهب الاشاعرة فهم مكذبون له و براء عنه بشهادة المصنف والشارح فيما نقل عنهم فى الصفحتين المذكورتين وايضاً بنصوص الاشاعرة انفسهم كما نقلنا ها فى "سبحن السبوح" وان اراد التمسك بان هذا هو اليق والصق باقوالهم وان لم يقولوا به فليعترف الظالم الكذوب المكذب اولاً انه يخالف ائمة اهل السنة والجماعة قاطبة ويقول بمالم يقل به احد منهم بل صرحوا جميعاً ببطلانه وانما يريد التمسك لبدعته بما زعم ابن الهمام انه اليق بقول الاشاعرة مع تصريحه بنفسه بانه ليس مذهب اهل السنة الجماعة بعد ذلك يظهرعند كل من له سمع و بصرانك قد فارقت الجماعة و خرقت الاجماع و اثرت الخلاعة واخترت الابتداع و قلت بما ابطله ائمة السنة الجماعة جميعاً وسببت ربك بملاء فيك سباً شنيعاً وتشبثت بقياس فاسد باطل (؟) نشاعن ملاحظة اقوال نشات عن غفلة وذهول(العبارة غير واضحة) ياكياد كابن صياد و من يضلل الله فماله من هاد ولا حول ولا قوة الا بالله الكريم الجواد و صلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد وآله وصحبه وسائر الاحباء آمين" انتهى كلام الامام احمد رضا خان رحمه الله من حواشيه التى لم تطبع قبل فى مجموع اسمه امام احمد رضا کی حاشیه نکاری طبع ادارة تحقيقات الامام احمد رضا كراتشى باكستان ۱۹۸۲۔

امام احمد رضا اور تجارت و بینکنگ کا نظریہ

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، (بریلی شریف انڈیا)

معاش ہر انسان کی اہم ضرورت ہے۔ معاشی سرگرمیاں ابتداء ہی سے انسانی زندگی کا حصہ ہیں پھر ہر انسان اپنی ہر ضرورت کا کفیل نہیں لہٰذا اشیاء و خدمات کے باہمی تبادلے اور زر کا نظام وجود میں آیا۔ تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے ساتھ یہ معاشی سرگرمیاں پیچیدہ تر ہوتی گئیں۔ اسلام نے بطور عالمگیر مذہب عبادات کے ساتھ معاملات کا بے نظیر نظام پیش کیا ہے۔ قانون اسلام کے ماہرین نے اپنے دور کے جدید معاشی مسائل کو تحقیق کا موضوع بنایا اور شرعی اصولوں کے مطابق معاشی سرگرمیوں کی تعلیمات دیں۔ امام احمد رضا اس وصف میں بھی نمایاں ہیں کہ انھوں نے مسلم امّہ کے معاشی مسائل کے حل اسلامی اصولوں کے مطابق پیش کیے۔ آپ کی درجنوں تصانیف کا موضوع معاشی سرگرمیاں ہیں۔ ماہنامہ معارفِ رضا میں آپ کی معاشیات سے متعلق خدمات پر انشاء اللہ ہر ماہ مضمون شائع کیا جائے گا۔ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی کے قلم سے اس ماہ امام احمد رضا کی معاشی تحقیقات پر تاثراتی مضمون پیش کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر عزیزی کا نام دنیائے رضویات میں تعارف کا محتاج نہیں آپ کے کثیر مقالات اب تک منظر عام پر آچکے ہیں۔ عبید

تجارت کی اہمیت و افادیت ہر قوم کے نزدیک مسلم ہے۔ ملک و قوم کی خوشحالی اور معاشی استحکام میں تجارت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ آج امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک جیسے برطانیہ، فرانس، روس، اٹلی اور جرمنی نیز ایشیا میں جاپان تجارت ہی کے سبب دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔ تجارت کی وجہ سے صنعت و حرفت، معاشیات یہاں تک کہ سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ کے میدان میں بھی انقلابات رونما ہو رہے ہیں۔ معاشی طور پر مستحکم ممالک سیاسی اعتبار سے بھی طاقت پکڑ رہے ہیں۔

اسلام میں بھی تجارت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بعض نے جہاد کے بعد تجارت کو سب سے افضل بتایا ہے۔ حضور ﷺ کی اس حدیث پاک سے تجارت کی فضیلت واضح ہے: ''سچا اور دیانت دار تاجر انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔'' (حاکم، ترمذی) خود پیغمبر اسلام ﷺ، صحابہ کرام اور دوسرے بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی تجارت کی ہے اور اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ تجارت ہی کی غرض سے مسلمان عرب سے نکل کر دور دراز ملکوں میں پہنچے اور تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا زبردست کارنامہ بھی انجام دیا۔ البتہ اسلامی اور غیر اسلامی تجارت میں فرق ہے۔ اسلام نے تجارت میں بدعہدی، خیانت، فریب، مال میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی بیشی، ذخیرہ اندوزی اور کالا بازاری اور سودی کاروبار کو ممنوع قرار دیا ہے اور جو چیزیں اسلام میں حرام و ناجائز ہیں ان کی تجارت بھی حرام و ناجائز ہے۔ البتہ سونے اور ریشم کی تجارت میں حرج نہیں کہ یہ چیزیں عورتوں کے لیے جائز ہیں۔ اسلام نے اس آیت کریمہ: ''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو۔'' (سورۃ النساء: ۲۹۔ کنز الایمان) کے مطابق تجارت کو دو شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ (۱) باہمی رضامندی (۲) ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر مبنی نہ ہو۔

تجارت کے فروغ میں بینک کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اس لیے کہ سرمایہ کے بغیر تجارت کا تصور بے کار ہے اور بینک نئے کاروباری امور کو بڑھانے، کارخانوں، ملوں، نیز گھریلو صنعت و حرفت وغیرہ کے لیے تاجروں کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ موجودہ دور اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ مختلف ممالک میں ماہرین اقتصادیات ملکی وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اقتصادی منصوبہ بندی میں منصوبہ کی تکمیل کے لیے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جاسکتی ہے اس پر بھی خیال رکھا جاتا ہے اور اس کا سب سے آسان طریقہ ہے ملکی بچت یعنی ملک میں بچت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ آج شہر شہر گاؤں گاؤں بینکوں کا

جال بچھا ہوا ہے۔ بینک عوام کی بچت کے سلسلے میں حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کی رقوم ایک متعین منافع سود کی شرح پر بینکوں میں جمع کرتے ہیں اور پھر اس کثیر سرمایہ کو تاجروں، صنعت کاروں کو اپنے متعینہ سود کی شرح پر قرض دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب حکومت چھوٹے کاریگروں اور معمولی دکانداروں اور گاؤں میں عورتوں تک کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے کے لیے قرض دے رہی ہے اور جانے کتنی تجارتی و صنعتی یونٹ قائم ہیں اور کتنی اسکیمیں چلائیں جارہی ہیں۔

اس تمہید سے یہ بتانا مقصود ہے کہ روز بروز تجارت اور بنکاری نظام کی اہمیت و افادیت بڑھتی چلی جارہی ہے۔ تجارت کی اہمیت وافادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ۱۴ویں صدی ہجری کے عظیم مجدد، مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ نے بھی مسلمانوں کو تجارت، صنعت و حرف اور اپنے اسلامی بینکاری نظام کو فروغ دینے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مختلف فتاویٰ اور تصانیف میں تجارت، اقتصادیات و معاشیات اور بینکاری کے نظریوں اور اصولوں پر روشنی ڈالی ہے۔ فتاوٰی رضویہ جلد ۱۱ میں "المنی والدرلمن عمد منی آردر" عنوان پر مشتمل رسالے تجارتی و بینکاری نظام کے نظریات پر روشنی ڈالی ہے نیز زمین اور مکان کی خرید و فروخت اور رہن وغیرہ کے سلسلے میں مختلف حالات اور شرائط کے ساتھ تجارت کے جائز و ناجائز ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ فتاوٰی رضویہ جلد ۷ میں صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۹ حصص (شیّرز) بیمہ (انشورنس) برطانوی ہند میں گورنمنٹ بینکوں اور ڈاک خانوں میں جمع کردہ رقم پر منافع کے حصول پر بحث کی ہے۔ امام موصوف قدس سرہ العزیز نے اپنی ایک تصنیف "تدبیر فلاح و نجات واصلاح" میں ملت کی بحالی کے لیے جو چار نکات پیش فرمائے ہیں وہ تجارت، معاشیات اور بینکاری کے نظریہ کے اعتبار سے بڑے ہی گراں قدر ہیں۔ امام احمد رضا نے غیر سودی اسلامی بینک کے ذریعہ نفع لینے کے مختلف طریقوں کی بابت اپنی ایک تصنیف "کفل الفقیہ الفاھم فی قرطاس الدراھم" (۱۳۲۴ھ) کا حوالہ بھی دیا ہے۔ رسالہ "تدبیر فلاح و نجات واصلاح" میں جو چار نکات پیش فرمائے ہیں وہ اس طرح ہیں:

۱۔ باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔ یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ، وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہوئے اور ہوئے جاتے ہیں۔ محفوظ رہتے۔

۲۔ اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی رہتا۔ اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ ضاعی کی گڑہت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

۳۔ ممبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بینک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ۔ "کفل الفقیہ الفاھم" میں چھپ چکا ہے۔ ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انہیں فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے۔ اگر مدیون کی جائیداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی۔ یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے چنگے۔

۴۔ سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے سے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔ چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے سے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔ فاللہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دین متین علم دین سے وابستہ ہے۔ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہان کی زندگی جانتے وہ انہیں بتا دیتا۔ اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے، جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔

گو چوتھا نکتہ تجارت یا بینکنگ نظام سے متعلق نہیں ہے، لیکن

قوم مسلم کے لیے اصل اور اہم نکتہ یہی ہے۔ مسلمانوں کا حقیقی معنیٰ میں مسلمان بن کر رہنا نہایت ضروری ہے۔ دین سے بے بہرہ ہو کر مسلمان دنیوی ترقی بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی وقار کی زندگی گزار سکتا ہے۔ دین سے وابستہ رہ کر جو دنیوی ترقی حاصل ہوتی ہے وہی اصل ترقی اور کامیابی و کامرانی ہے۔ غلبۂ اسلام کے ساتھ زندگی گزارنے ہی میں عزت وو قار ہے۔ دین علم دین سے وابستہ ہے اور علم دین مسلمانوں کے لیے زندگی کے ہر موڑ اور ہر شعبہ میں ضروری ہے۔ تجارت میں بھی علم دین سے واقفیت ضروری ہے تاکہ مسلم تاجر حلال اور حرام کی تمیز کو قائم رکھ سکے۔

امام احمد رضا کے ان چار نکات کے تجزیے میں اقتصادیات و معاشیات کے ماہر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" نام سے مقالہ پیش فرمایا، جس میں انہوں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی علمِ معاشیات میں بصیرت، ان کے مسلم بینک کے قیام کے نظریہ کی تابانی، ان کی دوراندیشی اور تفکر و تدبر کو واضح کیا ہے اور یہ حقیقت عیاں کر دی ہے کہ جب جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء بھی نہ ہوئی تھی اور بینکاری نظام کو مغربی ماہرین تجارت واقتصادیات نے اس شدت سے محسوس تک نہ کیا تھا جو آج وہ عمل میں لارہے ہیں، حضرت فاضل بریلوی نے اس سے تقریباً ۲۵ سال قبل اپنے معاشی نکات اور بینکاری نظام کا نظریہ پیش فرمادیا تھا اور برطانیہ کے مشہور ماہر اقتصادیات جے۔ ایم۔ کینس (J. M. Kenes) کے مشہورِ زمانہ نظریہ "روزگار و آمدنی" کے پیش کرنے سے قبل اقتصادیات کی یہ مساوات "پس اندازی۔ سرمایہ کاری" اپنے اس چار نکاتی پروگرام کے نکتے کے ذریعے پیش فرمایا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جے۔ ایم۔ کینس کو اس کے نظریہ "روزگار و آمدنی" پر تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا (۱۹۳۶ء)؛ جب کہ ۱۹۱۲ء میں پیش فرمودہ معاشی و تجارتی نظریات کی طرف امام احمد رضا کی قوم نے دھیان تک نہ دیا۔ پروفیسر رفیع اللہ صدیقی شدید رنج و قلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اب اہلِ دل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں۔ اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں جب کہ حکومتیں اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے؟ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں! کینز کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بناء پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کرلی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کرواچکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی" (فاضل بریلوی کے معاشی نکات)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے بینکاری نظام کے نظریے کے بارے میں مزید تحریر کرتے ہیں: "۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان تاجروں کو سرمایہ فراہم ہوسکے اور وہ صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں؟" (فاضل بریلوی کے معاشی نکات)

عصرِ حاضر کے ایک دانشور برطانوی نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے اپنے چھ انگریزی مقالات کے توسط سے حضرت فاضل بریلوی کے اس چار نکاتی پروگرام کا جائزہ وسیع کینوس پر لیا ہے۔ انہوں نے ان چار نکات کے ذریعے امام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات کو اجاگر کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ عہدِ رضا میں رضا کا یہ چار نکاتی فارمولہ قوم مسلم کی بحالی کا واحد حل تھا اور آج

بھی یہی پروگرام ملت کی بحالی کی کلید ہے اور آئندہ بھی اس منصوبہ رضا پر عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ راقم الحروف نے ڈاکٹر محمد ہارون کے ان انگریزی مقالات کا اردو ترجمہ کرکے "امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء کا منصوبہ" نام سے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے اور یہ ترجمہ کراچی سے بھی شائع ہوگیا ہے۔

اب پروفیسر رفیع اللہ صدیقی اور ڈاکٹر ہارون صاحبان کے جائزوں سے الگ ہٹ کر ان چار نکات نیز رسالہ "کفل الفقیہ الفاھم" (اردو ترجمہ) کی روشنی میں امام احمد رضا کے تجارتی اور بینکاری نظریات کا جائزہ لیتے ہیں: تجارت کے لیے سرمایہ اور تجارتی اشیاء دونوں لازمی ہیں۔ تجارتی اشیاء کے لیے زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین سے ہی غلہ، پھل، پھول، سبزی، نیز دیگر خام مال، جیسے کپاس، مختلف قسم کی دھات وغیرہ اور پھر خام مال وہ زمین سے حاصل ہوا ہو یا کسی اور ذریعے سے اس کی تیاری اور اس سے مصنوعات بنانے کے لیے صنعت و حرفت ضروری ہیں۔ سرمایہ کے حصول کا ایک ذریعہ نجی ہے یعنی آدمی کے پاس خود کاروبار کے لیے ضروری سرمایہ ہو جیسے ظاہر ہے اس نے پس انداز کرکے ہی جمع کیا ہوگا یا پھر دوسرا ذریعہ ہے قرض اور ظاہر ہے مہاجن سے قرض تباہی کا باعث بھی ہے اور سود کی لعنت میں بھی گھیرنے والا۔ تیسرا طریقہ بینک سے قرض لیکن یہ اگر آج کی طرح گورنمنٹ بینک سے قرض لیا جاتا ہے تو انٹرسٹ یہاں بھی دینا ہوتا ہے اور یہ بھی ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں کہ اس بوجھ کو برداشت کرسکے۔ اب آیئے مسلمانوں کی تجارت، صنعت و حرفت اور بینکاری نظام کو امام احمد رضا کے نکات کی روشنی میں دیکھیں کہ کس طرح مسلمانوں کو سود کی لعنت، مہاجن سے قرض کی تباہی اور نوکری کرنے یا نوکری تلاش کرنے وغیرہ جیسی زحمتوں سے امام نے بچے رہ کر آزاد اور خوش حال بنے رہنے کا فارمولہ عطا کیا ہے۔

پہلا نکتہ ہے ـــ "ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔"

اس نکتے میں ایک تو فضول خرچی کی مذمت ہے جو بذات خود ایک لعنت ہے۔ دوسرے مقدمہ بازی وغیرہ سے روکنے اور معاملات کو باہم فیصل کرنے میں آپس میں میل محبت یعنی قومی اتحاد کا درس بھی ہے اور الجھنوں سے بچاتے ہوئے ذہنی سکون کے حصول کا راستہ بھی۔ امام نے اس نکتے کے ذریعے "پس اندازی" کا جو نظریہ واضح کیا ہے وہ جدید اقتصادیات کی جان ہے علم معاشیات کی رو سے سرمایہ کاری بچت ہی کے ذریعے ممکن ہے یعنی بچت۔ سرمایہ کاری مسلمانوں کی یہ بچت انفرادی طور سے بھی ہر ایک کے لیے فائدہ مند ہے اور مجموعی طور سے پوری قوم کے لیے اور یہی قومی سرمایہ افراد قوم کے کاروبار میں کام آسکتا ہے انہیں قرض دے کر لیکن اس قومی سرمایہ کے لیے مسلم بینک کا قیام بھی ضروری ہے اور اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان سرمایہ کی ذخیرہ اندوزی نہ کرکے اسے گردش میں رکھے گا، ہر ایک کے کام آئے گا اور سرمایہ دارانہ ذہنیت رفتہ رفتہ ختم ہوگی اور سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت نہیں ملے گی اور یہی سبب ہے کہ اس نکتۂ اوّل میں بچت کی ہدایت کرتے ہوئے نکتۂ سوم میں امام نے تونگر مسلمانوں سے بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس اور حیدرآباد وغیرہ میں اسلامی بینک کے قیام کی اپیل کی تھی۔ امام نے اس نکتے میں یہ بھی صاف فرمادیا ہے کہ "آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے"۔ مسلمان حکومتی بینک میں جو رقم جمع کرتا ہے اس سے اس کی قوم کو برائے نام فائدہ پہنچتا ہے اور دوسری قومیں پورا پورا فائدہ اٹھارہی ہیں۔ اپنے اسلامی بینک میں اپنی رقم جمع ہوتی تو بھلے منافع اتنا ہی یا اس سے کم بھی ملتا، لیکن اپنا سرمایہ اپنوں کے کام آتا اور پوری قوم معاشی طور سے مستحکم ہوتی۔

دوسرے نکتے میں امام احمد رضا نے یہ کہہ کر "اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں" تجارت کا زریں اصول مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا ہے؛ یا یوں کہیے کہ تجارت کی روح نکال کر پیش کردی ہے۔

ا۔ مسلمانوں کو صرف اپنی ہی قوم سے خریداری کی تلقین کی ہے

تاکہ اپنی رقم اپنوں ہی میں جائے لیکن دوسروں کو اپنا مال بیچنے کی پابندی نہیں لگائی ہے یعنی اگر اپنوں میں مال کی کھپت نہ ہوسکے تو دوسروں کو فروخت کرسکتے ہیں۔ تاکہ ان کی رقم اپنے پاس آئے۔ آگے یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنا خام مال دوسروں کو بالخصوص دوسرے ممالک کو ان کے کسی سامان یا مصنوعات کے بدلے نہ دیا جائے یعنی درآمد نہ کیا جائے البتہ اپنی مصنوعات کی برآمد کی جاسکتی ہے یعنی ایکسپورٹ اور اس طرح زرمبادلہ میں اضافہ ہوگا یعنی قومی معیشت میں اضافہ ہوگا۔ اور اسے استحکام حاصل ہوگا۔ اپنوں ہی میں کاروبار کا نظریہ دراصل نظریہ تامین (View Point of Protection) ہے اور تامین اس لیے ضروری ہے کہ ملک کی دولت یا قومی سرمایہ ملک وقوم ہی میں رہے۔ اس سے روزگار میں اضافہ ہوتا ہے نیز یہ جذبہ حب الوطنی یا ملی وقومی محبت کے فروغ کا باعث ہے۔ امام کے اسی نکتے پر برسوں بعد یورپین نے عمل کیا اور یورپین نے مشترکہ منڈی قائم کی جس میں انہیں زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور معاشی استحکام کی بدولت انہیں سیاسی استحکام بھی حاصل ہوا۔

۲۔ ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا کی نگاہ اس پر بھی تھی کہ آج جو مسلم رؤسا نوابی اور زمینداری کے نشے میں چور ہیں اگر کل یہ چھن گئیں تو یہ ناکارہ محض ہو کر رہ جائیں گے اور پسپا قوم ان پر پوری طرح حاوی ہو جائے گی۔ آخر زمانے نے دیکھا کہ ہند کی آزادی اور ملک کی تقسیم کے بعد جب ریاستیں ختم ہوئیں اور زمینداری ٹوٹی تو غیر مسلم راجاؤں اور زمین داروں نے کمپنیاں اور فیکٹریاں قائم کرلیں، لیکن مسلمانوں میں شاید ہی معدودے چند کاروبار یا تجارت کے میدان میں آتے ہیں۔

عہدِ امام احمد رضا میں اس سے پہلے اور آج بھی ہر طرح کی حرفت اور کاریگری مثلاً کپڑا سازی (ہر طرح کا کپڑا، ساڑی، تہبند، رومال، دری، قالین، کشمیری شال وغیرہ) کپڑوں کی رنگائی وچھپائی، دباغت (چمڑا سازی) ادویات سازی، عطر سازی، روغن سازی، سرمہ سازی، لکڑی کے فرنیچر، ہر طرح کی برتن سازی، سونے چاندی کے کام، شیشے کے کام، ہیرے اور پتھر تراشنے کے کام اور بہت سارے حرفت وکاریگری نیز الیکٹریکل ومکینیکل (بجلی ومکینک والے کام) امور میں بھی مسلمان کاریگر یا مستری کافی آگے تھے۔ اگر وہ اپنی انڈسٹری قائم کرتے، کاریگری کے کاموں میں انہیں سرمایہ فراہم کرکے ان کی حواصلہ افزائی کرتے تو ہر طرح کی تجارت اور انڈسٹری پر مسلمان ہی چھائے رہتے اور دوسرے لوگ ان مسلم کاریگروں کا استحصال نہ کرسکتے تھے۔ آج مسلم کاریگروں کا یہی حال ہے۔ ان کی محنت، ذہانت اور کاریگری کا دوسری قومیں استحصال کررہی ہیں اور ان کے حصے میں صرف مزدوری آتی ہے اور بیچارے ایسے عالم میں استعمال ہونے اور اپنا استحصال کرانے کے لیے مجبور ہیں۔

امام نے مسلم صنعت کاروں کے سرمایہ کے لیے اپنے دونکات بچت کرنے اور بینک کے قیام میں پوشیدہ کردیا تھا۔ کاش اس پر سے پردے اٹھائے جاتے اور امام کے نکات پر عمل کیا جاتا تو آج عالم ہی کچھ اور ہوتا۔ امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء منصوبہ کی خوبی یہ ہے کہ اس پر کسی بھی ملک (مسلم ملک یا سیکولر اسٹیٹ) میں آج یا مستقبل میں (کسی بھی عہد میں) عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اب امام احمد رضا کے غیر سودی اسلامی بینک سے نفع حاصل کرنے کے چند طریقے بھی ملاحظہ کریں۔ امام نے اپنے نکتۂ سوم میں صاف لکھ دیا ہے کہ ''سود شرع نے حرامِ قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ ''کفل الفقیہ الفاھم'' میں چھپ چکا ہے''۔ ''کفل الفقیہہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' امام احمد رضا کی وہ معرکتہ الآراء تصنیف ہے جسے انہوں نے ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۵ء میں اپنے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ایک روز اور کچھ گھنٹوں میں تحریر فرمایا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حنفی امام شیخ عبداللہ میرداد بن شیخ الخطباء شیخ احمد ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کرنسی نوٹ سے متعلق امام کی خدمت میں بارہ سوالات پیش کیے تھے۔ امام نے ہر سوال کا ایسا جواب دیا کہ فقہائے کرام مطمئن بھی ہوگئے اور امام کی فقاہت اور ذہانت دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور ان کی علمی وفقہی وجاہت کے آگے عقیدت کی گردنیں خم کردیں۔ اس رسالے میں

امام احمد رضا نے ثابت کر دیا کہ نوٹ قیمتی مال ہے رسید نہیں۔ اسلامی نظام کے نفاذ اور اقتصادی نظام نیز بینکوں کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے لیے یہ ایک عظیم نعمت ہے۔ مسلم علما میں امام احمد رضا ہی کی ذات ایسی ہے جنہوں نے پہلی بار کرنسی نوٹ کے جواز کا فتویٰ دیا۔ یہ بھی عالم اسلام پر ان کا ایک عظیم احسان ہے۔ امام بلاشبہ ۱۴ ویں اسلامی صدی کے عظیم مجدد تھے۔ ان کی ہر تصنیف علم و تحقیق کا خزانہ، سچائی کا آئینہ اور ہر تصنیف کا لفظ لفظ معتبر ہے۔ ان کی ہر تصنیف سے ان کے کارنامۂ تجدید کی درخشاں شعاعیں پھوٹتی نظر آتی ہے۔ امام نے یہ رسالہ فصیح عربی میں لکھا تھا۔ شہزادۂ امام احمد رضا حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں قدس سرہ نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا۔ امام احمد رضا نے اس طرح کے کئی طریقے بتائے ہیں کہ مسلمان اپنے روپیہ پر کسی مسلمان سے زیادہ لے اور وہ سود بھی نہ ہو۔

(۱): ایک شخص کے دوسرے پر دس روپے آتے تھے اس نے چاہا کہ دس کے تیرہ کر لوں ایک معیاد تک۔ علما نے فرمایا کہ وہ مدیون سے ان دس کے عوض کوئی چیز خرید لے اور اس پر قبضہ کر لے پھر وہی چیز اس مدیون کے ہاتھ سال بھر کے وعدہ پر بیچ ڈالے تو حرام سے بچ جائے گا اور اس کا مثل نبی ﷺ سے مروی ہوا کہ حضور نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ (قاضی خاں ۲/۴۰۶ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ) انتہیٰ اور اسی طرح بحرالرائق میں بحوالہ خلاصہ نوازل امام فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔" (ص۲۸۔۲۹ اردو ترجمہ) اسی طرح اور بھی طریقے بیان فرمائے ہیں۔اس طرح کے حیلہ کو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے بیع عینہ کا نام دیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے عینہ کو جائز کہا ہے اور اس پر ثواب بھی بتایا ہے اس لیے کہ اس میں حرام یعنی سود سے بھاگنا ہے۔

(۲) نوٹ کی بیع کم زیادہ کو جائز ہے۔ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:
"ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے۔(صفحہ ۵۷)

(۳) ایک روپیہ ایک اشرفی کو بلکہ ایک ہزار اشرفیوں کو بیچنا جائز ہے" (صفحہ ۶۱)

اب اگر مسلم بینک قائم کیا جائے اور کھاتہ داروں کی جمع کردہ رقم پر امام احمد رضا کے بتائے ہوئے شرعی حیلوں سے زیادہ رقم دی جائے تو جائز ہے۔ لہٰذا مسلم بینک کے ذریعے بچت کھاتہ اور ایک مخصوص مدتی رقم فکسڈ ڈپازٹ پر نفع دیا جاسکتا ہے اور جمع شدہ سرمایہ سے مسلم تاجروں اور صنعت کاروں کو قرضے بھی نفع پر دیے جاسکتے ہیں اور اس طرح مسلم تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ دے کر قومی معیشت مستحکم کی جاسکتی ہے اور مسلمان حکومت یا کسی اور کے آگے نوکری کے لیے گڑگڑانے کے بجائے خود تجارت، اپنی ہی فرموں اور انڈسٹریوں میں ملازمت کر سکتا ہے اور اپنی کاریگری، صلاحیت اور محنت کو زیادہ بہتر طریقے پر زیادہ خوشحالی کے ساتھ بروئے کار لا سکتا ہے۔ رسالے میں امام احمد رضا نے یہ بھی لکھا ہے کہ خرید و فروخت میں کوشش کرنا سنت ہے۔(ص،۷۵)

امام احمد رضا قوم کو کفر و شرک کی ہر جکڑ سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے اور اس لیے انہوں نے مسلمانوں کو معاشی طور پر مضبوط ہو کر سیاسی اور سماجی اعتبار سے مضبوط اور طاقت ور ہونے کی تلقین کی ہے اور یہ تجارت اور صنعت و حرفت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

ماخذومراجع

۱۔ قرآن کریم
۲۔ ترمذی شریف
۳۔ فتاوٰی رضویہ، جلد ۷،۱۱، از امام احمد رضا (قدیم ایڈیشن)
۴۔ تدبیر فلاح و نجات واصلاح، مشمول فتاوٰی رضویہ۔
۵۔ کفل الفقیہہ الفاہم، از امام احمد رضا، مشمولہ فتاوٰی رضویہ۔
۶۔ فاضل بریلوی کے معاشی نکات، از پروفیسر رفیع اللہ صدیقی، سالنامہ معارفِ رضا، کراچی: ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ۱۹۸۱ء۔
۷۔ امام احمد رضا کا ۱۹۱۲ء منصوبہ (انگریزی: ڈاکٹر محمد ہارون، ترجمہ: عبد النعیم عزیزی) مطبوعہ کراچی۔

♣ ♣ ♣ ♣ ♣

ایک عظیم مسلمان سائنسدان

سیّد محمد ریاست علی قادری بریلوی

امام احمد رضا عبقری فقیہ ہونے ساتھ ایک عظیم مسلمان سائنسدان بھی تھے۔ ضرورت ہے کہ آپ کی ریاضی و سائنس سے متعلق تحقیقات کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ اس طرح مدارس کے طلبہ بھی ان علوم کو سیکھ سکتے ہیں۔ پیشِ نظر مضمون کے مصنف، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے بانی سید ریاست علی قادری بنیادی طور پر انجینئر تھے۔ آپ نے برسہابرس جرمنی میں گذارے لیکن امام احمد رضا کی کرامت تھی کے آپ کا دینی ذوق وہاں بھی برقرار رہا بلکہ اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ روزنامہ جنگ میں آپ کے مضامین اکثر شائع ہوتے تھے۔ آپ کو حضرت مفتی اعظم ہند سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ زیرِ نظر مقالہ بھی ان صاحب فیض رضا نے منفرد انداز میں تحریر فرمایا جواب قند مقرر کے طور پر شائع کیا جارہاہے۔ عبید

علم وسائنس پر مسلمانوں نے جو احسانات کیے ہیں اور جس طرح شمع علم کو روشن رکھنے کی کوشش کی ہے اس کا اندازہ علم وسائنس کی ان بے شمار کتب سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے ورثے میں چھوڑی ہیں۔ علوم وفنون کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں مسلمان عالموں اور سائنسدانوں نے کوئی نہ کوئی یادگار تصنیف نہ چھوڑی ہو۔ سائنسی علوم پر تو مسلمان عالموں اور سائنسدانوں کی شہرۂ آفاق تصانیف خصوصیت کے ساتھ آج بھی یورپ اور مغربی ممالک میں کلیدی اہمیت کی حامل ہیں اور بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ریاضی ہو یا ہیئت، طب ہو یا قانون، طبقات الارض ہو طبیعات، منطق ہو یا فلسفہ، کیمیا ہو یا نجوم، فلکیات ہو یا ارضیات، غرض وہ کون سا ایسا علم وفن ہے جس میں مسلمان سائنسدانوں نے تحقیق نہ کی ہو اور ریسرچ کی نئی راہیں نہ کھول دی ہوں۔ موجودہ دور کی سائنسی ترقی اور ایجادات مسلمان سائنسدانوں اور موجدوں کی علمی و تحقیقی کاوشوں کی مرہونِ منت ہیں۔ ابن الہثیم نے بصارت اور علم المناظر کے میدان میں اپنے پیشرو اور ہمسر سائنسدانوں کے نظریات کو باطل قرار دیکر بصارت اور روشنی کے ٹھوس اور مثبت دلائل پیش کر کے نہ صرف دنیا میں تہلکہ مچادیا بلکہ وہ کچھ دیا جس سے آج پوری عالمی برادری فیض یاب ہورہی ہے۔ ابن الہثیم کا ان عالموں میں شمار ہوتا ہے جو فلسفے کے ساتھ ساتھ ہیئت ریاضی اور طب کے ماہر بھی تھے۔ ابن الہثیم کی تحقیقات کا دائرہ زیادہ تر ”روشنی اور شعاعوں“ پر محیط ہے۔ حیرت ہے کہ اس نے روشنی کی ماہیت، انعکاس نور اور انعطافِ نور کے متعلق دسویں، گیارہویں صدی میں جو تصورات پیش کیے تھے اور جو کلّیات وضع کیے تھے۔ وہ آج بھی درست ہیں۔ جابر بن حیّان وہ پہلا کیمیا دان تھا جس نے مادے کو ارسطور کے عناصرِ اربعہ آگ، ہوا، پانی اور مٹی کے طلسم سے نکالا اور اسے گرمی، سردی، خشکی اور نمی کی صفات سے متّصف کر کے جوہری نظریے کو جدید بنیادوں پر استوار کیا۔ سولھویں صدی عیسوی کے یورپی کیمیادان جابر بن حیّان کی تعلیمات سے اتنا متاثر ہوئے کہ برسٹل کا نامور انگریز کیمیادان ٹامس مارٹن اپنے آپ کو جابر کا باورچی کہلانے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ الخوارزمی صرف اسلامی دنیا کا ہی نہیں بلکہ مغربی دنیا کا بھی ریاضی دان تھا۔ ہیئت اور حساب میں اپنے وقت کا امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ کیلپر اور کاپرنیکس نے الخوارزمی ہی کی معلومات پر اپنی تحقیق اور تجربوں کو آگے بڑھایا۔ طب کے میدان میں الطبری نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ دنیائے طب ہمیشہ اس کی احسان مند رہے گی۔ بو علی سینا سے کون واقف نہیں جس نے ”القانون فی الطب“ لکھ کر دنیائے طب پر عظیم احسان کیا۔ اس کی یہ تصنیف دینائے طب یعنی میڈیکل سائنس میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ الفرغانی جیسا مایہ ناز انجینئر اور ماہر فلکیات جس نے زمین کا قطر معلوم کرنے کے لیے رصد گاہ تعمیر کرائی اور آنے والے محققین کے لیے نئی راہیں کھول دیں۔ رازی ایک زبردست ماہر طب تھا، جو بابائے طب (بابائے میڈیسن) کہلایا۔ وہ

مشرق کی نسبت مغرب میں زیادہ مشہور ہوا۔ الفارابی نے موسیقی کو سائنسی بنیادوں پر استوار کر کے موسیقی اور سازوں کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ الزہراوی اسلامی دنیا کا عظیم ترین سرجن تھا جس کی کتابیں سترھویں صدی عیسوی تک سرجری کے نصاب میں پڑھائی جاتی تھیں طبقات الارض کا عظیم اور نامی گرامی ماہر البیرونی وہ پہلا سائنسدان تھا جس نے یہ کہا کہ دریائے سندھ کی وادی کسی قدیم سمندر کا ایسا طاس ہے جو رفتہ رفتہ مٹی سے بھر گیا۔ آج بیشتر طبقات الارض کے ماہرین جدید آلات اور سہولتوں کے حصوں کے بعد البیرونی کے اس نظریے کی تائید میں ثابت کرتے ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے ریگستان کسی زمانے میں سمندر کے طاس تھے۔ عمر خیام کی کتاب "الجبر و مقابلہ" ساری دنیا میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہم اس عظیم سائنسدان کو صرف ایک شاعر کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ امام غزالی جن کو سائنسدانوں کا امام کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ امام غزالی کے آگے ارسطو اور افلاطون طفلِ مکتب نظر آتے ہیں۔ امام غزالی نے یونانی فلسفے کی دھجیاں اڑا کر اسلامی فلسفے کی بنیاد رکھی۔ ابنِ رشد کو دیکھیے کہ وہ نہ صرف مشرقی دنیا بلکہ مغربی دنیا کا بھی حکیم کہلایا۔ فلسفے کو جو تعلق مذہب سے ہے اس کی جھلک ابن رشد کے ان فتووں میں بخوبی نظر آتی ہے جو اس نے قرطبہ کے قاضی کی حیثیت سے صادر کیے تھے۔

چودھویں صدی کے نصف میں ہندوستان میں بھی ایک ایسا عظیم الشان سائنسدان پیدا ہوا جس کو لوگ فقیہہ اعظم، امامِ وقت، چودھویں صدی کا مجدد اور مختلف القابوں سے یاد کرتے ہیں۔ وہ علم و فنون کا ہمالہ تھا۔ وہ علم کا ایک ایسا بحر بیکراں تھا جس میں علوم و فنون کے لاتعداد دریا گرتے ہوں جس کو علوم جدید و قدیم پر اس طرح مہارت ہو گویا وہ سب اس کے سامنے کھلونوں کی طرح بکھرے ہوں۔ وہ بیشتر علوم پر اس طرح حاوی تھا جیسے وہ ان سب کا خود ہی موجد ہو۔ میرا اشارہ اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے بلا شبہ علم و فن میں ان کے معاصرین میں ان کا کوئی ہم پلّہ نہ تھا۔ کثرت علوم پر ان کو جو عبور حاصل تھا اس کی نظیر ان کے عہد میں تو کیا ماضی میں بھی شاذ ہی نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنسدان گم تھے۔ ایک طرف ان میں ابوالہیثم جس کو فکری بصارت اور علمی روشنی تھی تو دوسری طرف جابر بن حیان جیسی صلاحیت، الخوارزمی اور یعقوب کندی جیسی کہنہ مشقی تھی تو دوسری طرف البطری، الفرغانی، رازی اور بو علی سینا جیسی دانشمندی، فارابی، البیرونی، عمر بن خیام، امام غزالی اور ابن رشد جیسی خداداد ذہانت تھی تو دوسری طرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے فقیہانہ وسیع النظری اور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی وابستگی اور لگاؤ کے تحت عالی الظرفی۔ امام احمد رضا کا ہر رُخ ایک مستقل علم و فن کا منبع تھا۔ ان کی ذات میں کتنے ہی علم و عالم گم تھے، وہ ایک ہمہ گیر و ہمہ صفت انسان تھے۔ انہوں نے تقریباً ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں فتاوٰی رضویہ جو بارہ ہزار صفحات پر محیط ہے۔ یہ مجموعہ آپ کی جودتِ طبع اور تبحر علمی کا منہ بولتا شاہکار اور ایسا انمول خزانہ ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کوئی علم و فن ایسا نہیں جس کی جھلک آپ کو اس عجوبۂ روزگار تصنیف میں نہ ملے۔ علمِ قرآن، علمِ حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، کتب فقہ جملہ مذاہب، جدل مہذب، تفسیر، علم العقائد، علم الکلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، مناظرہ، تجوید، تصوّف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، نعت، ادب وغیرہ کے علاوہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو سائنسی علوم پر بھی پوری مہارت حاصل تھی۔ ارثما طیقی، جبر و مقابلہ حساب سینی، لوغارثمات، توقیت، زیجات، مثلث کروی، مثلث سطح، حیاۃ جدید، مربعات، جفر، زائچہ، حساب، ہیئت، ہندسہ، تکسیر، نجوم جیسے علم میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ صرف یہی نہیں کہ آپ اس قدر علم و فنون پر مہارت رکھتے تھے یا ان سے آشنا تھے، بلکہ ہر فن میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار بھی چھوڑی ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار مشہور معروف کتب پر حواشی تحریر فرمائی۔ آپ کی مختصر سے مختصر تحریر بھی گنجینۂ علم و عرفان ہے۔ آپ کا ہر فتویٰ ایک تحقیق کا حکم رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف ایک فتویٰ جو ۵۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں

۱۳۰ کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس دور میں جبکہ تحقیق کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار قائم ہو چکے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ان کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اس طرح کتاب النکاح میں جو مقدمہ آپ نے لکھا ہے اس میں ۹۰ کتب کے نام حوالے کے طور پر پیش کیے ہیں۔ موصوف نے اس خطبے افتتاحیہ میں علوم کے ایسے دریا بہائے ہیں کہ گزشتہ صدی گزر جانے کے بعد سے آج تک کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی۔ اس خطبہ میں ۹۰ کتب کے نام نثر میں اس طرح پروئے ہیں جو عربی ادب کا شاہکار ہیں۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ جب عربی عبارت کا ترجمہ کیا جائے تو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ خطبہ عربی کتابوں کے ناموں سے ترتیب دیا گیا ہے اور ایک خصوصیت اور التزام یہ بھی ہے کہ صرف ان ہی کتب کے نام درج کیے ہیں جو فتاوٰی کے جواب اور حوالہ جات کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو غضب کا حافظہ عطا فرمایا تھا جس کا ثبوت ان کی تحریروں میں جابجا ملتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم میں جنازے سے متعلق ایک فتویٰ تحریر ہے جس میں آپ نے ۲۰۷ کتب کے حوالے پیش کیے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہے۔ (ملاحظہ ہو رسالہ "النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز")

حقیقت میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ان تمام علوم فنون سے پوری طرح واقف تھے جو ایک فقیہ کے لیے ضروری اور لازمی ہیں۔ آپ کے پاس دنیا بھر سے سینکڑوں سوالات آئے تھے جس کا جواب آپ اس انداز سے دیتے تھے کہ حیرت ہوتی۔ فارسی میں سوال آتا تو جواب بھی فارسی میں دیتے۔ سوال اگر عربی میں آتا تو اس کا جواب بھی عربی میں دیا جاتا۔ سوالات منظوم شکل میں ہوتے تو جواب بھی منظوم ہی ہوتا جیسا کہ میں نے ماسبق سطور میں کہاہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو اصناف علم میں ہر صنف پر کامل عبور تھا اور سائنسی علوم پر تو اس قدر مہارت حاصل تھی کہ میتھمیٹکس کی بیشتر شاخوں مثلاً الجبرا، جیومیٹری، ٹرگنامیٹری اور لوگارتھم وغیرہ کی مدد سے بڑے سے بڑا مسئلہ حل فرمادیا کرتے تھے اور اپنے نظریے اور جواب کی وضاحت میں صفحات کے صفحات پیش کرتے۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو ریاضی اور سائنسی علوم پر پورا پورا عبور اور مہارت حاصل ہو۔ جوابات دیتے وقت آپ نہ صرف اپنے دلائل پر ہی اکتفا فرماتے، بلکہ مخالفین کے دلائل پر بھی بخوبی مطلع ہوتے اور ان کے ممکنہ اعتراضات کے شافی جواب شامل کر لیتے تھے۔ حق یہ ہے کہ جب تک جواب دینے والا مخالف کے دلائل پر عبور نہ رکھتا ہو، یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کوئی حتمی فیصلہ کر سکے۔ علیگڑھ سے کسی صاحب نے ۱۳۳۴ھ میں ایک فتوی بھیجا جس میں تحریر تھا "کچھ نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور انگریزی آلات کی مدد سے یہ تحقیق کی ہے کہ وہاں مسجد کی سمت قبلہ سے منحرف ہے وغیرہ وغیرہ" اس کے جواب میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے پورا ایک رسالہ "ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال" تحریر فرمایا (فتاوٰی رضویہ، جلد سوم، صفحہ ۱۵ تا ۴۱) امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ حکیم اور احادیث شریف کے سوالوں سے اس کا رد فرمایا نیز ریاضی کے مختلف علوم کی مدد سے یہ ثابت کیا ہے کہ سوال غلط ہے۔ (تفصیل کے لیے مندرجہ بالا رسالہ ملاحظہ کیجیے)

اثباتِ جزو لا یتجزیٰ کے متعلق امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ کریم سے اثبات جزو کی دلیل مستنبط کی۔ فرماتے ہیں "میں نے تو جزو لا یتجزیٰ کا قرآن عظیم سے اثبات کیا" اور یہ آیت پیش کی "وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ" (ترجمہ: "اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا")۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک امریکن ہیئت داں پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی کے رد میں ۱۷ دلائل پیش کیے اور اس کی باطل پیشگوئی کے پرخچے اڑا دیے (دیکھیے "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین") حرکت زمین کے متعلق رسالہ (فوز مبین) لکھا جو سائنسدانوں کے لیے ایک چیلنج ہے۔ اس کے علاوہ "نزولِ آیات قرآن بسکون زمین و آسمان" تحریر فرمایا۔

کتاب الطہارۃ فتاویٰ رضویہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ "کنوئیں کا دور کتنے ہاتھ ہونا چاہیے کہ وہ دہ دردہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔" امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے لوگارتھم کی مدد سے اس مسئلہ کا اتنا مدلّل جواب دیا کہ حیرت ہوتی ہے۔ آپ نے علمِ ریاضی کی اعلیٰ نصاب کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی مدد سے جدول تیار کیا جو دائرے کے قطر، محیط و مساحت کے درمیانی رشتہ کو بتانے کے لیے اپنی مثال آپ ہے۔ اس نقشے کا انگریزی

ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

KNQWN QNANTTY	UNKNOWN QUANTITY		
	LOG D	LOG C	LOG A
LOG D	–	LOG $\overset{D}{+}$ 0-4971499	2 LOG $\overset{D}{+}$ T-8998899
LOG C	LOG $\overset{C}{+}$ T-5028501	–	2 LOG $\overset{C}{+}$ 2-9007901
LOG A	$\frac{\text{LOG} \overset{A}{+} 0.1049101}{2}$	$\frac{\text{LOG} \overset{A}{+} 1.0992899}{2}$	

HERE D = DIAMESER OF THE CIRCLE
C = CIRCUM FIR ENCE OF THE CIRCLE
A = AREA OF THE CIRCLE

اس مسئلہ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کتب فقہ کے چار اقوال پیش کیے ہیں۔

قول نمبر ۱۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۸ ہاتھ
قول نمبر ۲۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۶ ہاتھ
قول نمبر ۳۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۴ ہاتھ
قول نمبر ۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۳۶ ہاتھ

قول نمبر ۴ کو آپ نے نہ صرف درست بتایا جہاں اصل میں ۳۵ء۴۴۹ ہاتھ ہے اور جس میں آدھے ہاتھ سے زیادہ کا فرق ہے بلکہ کنواں مذکور کے صحیح دور کی دریافت یعنی ۳۵ء۴۴۹ کے لیے آپ نے علم الحساب کی کس باریکی کا مصرف لیا ہے۔ اس کا اندازہ آپ کے ان کیلکولیشن سے سے ہی لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے پیش کیے ہیں اور جس کو ایک ماہرِ علم ریاضی وہندسہ ہی سمجھ سکتا ہے۔

کتاب تیمّم کے باب میں آپ نے جنس ارضی اور آگ کا تذکرہ کیا ہے جس میں ۱۸۰ ایسی چیزوں کے نام گنوائے ہیں جن سے تیمّم کیا جا سکتا ہے اور پھر ۱۳۰ چیزوں کے نام جن سے تیمّم جائز نہیں۔ اسی جگہ آپ نے تقریباً ۸۰/ ایسے پتھروں کی اقسام بھی بتائی ہیں جن سے تیمّم ہو سکتا ہے۔ پتھروں کی جائے پیدائش، وقوع اور ماہیت پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا ہے علم کیمیا اور ماہر ارضیات و معدنیات اگر اس کی روشنی میں مزید تحقیق کریں تو یہ ایک عظیم کام ہو گا، جن پر آنے والی نسلیں فخر کر سکیں گی۔ گندھک اور پارے کے متعلق بھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ گندھک نَر ہے اور پارہ مادہ اور کان کی ہر جگہ ان دونوں کے میل و نکاح سے اولاد ہے۔ یہ چیز کیمیا کے محققین کے لیے دعوتِ فکر ہے۔

علم فلکیات کے متعلق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جس میں ایک صاحب نے دریافت کیا تھا۔ ”رمضان شریف کی رات کے ساتویں حصے کے باقی رہنے پر کھانا پینا چاہیے کہ نہیں“ تو اس کے جواب میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تجرباتی مشاہدوں اور فلکیاتی مطالعوں کی بنیاد پر فرمایا کہ مذکورہ عام طریقہ غلط اور بے بنیاد ہے کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے اور کبھی ساتوں، آٹھواں، نواں یہاں تک کہ کبھی دسواں حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے۔ آپ نے بریلی اور اس کے موافق العرض شہروں کے لیے راس اور بروج کا ایک ایسا نقشہ مرتب کیا جو تا ابدان مضافات کی رات اور صبح کی نسبت نشان دہی کرتا رہے گا۔

نقشہ مذکور درج ذیل ہے۔

تاریخ شمسی	راس برج	مقدار شب نجومی	مقدار شب عرفی	مقدار صبح	مقدار شب شرعی	شب عرفی کے منٹ	صبح کے منٹ	شب عرفی و صبح کی نسبت	تخمینی نسبت
		گھنٹہ منٹ	گھنٹہ منٹ	گھنٹہ منٹ	گھنٹہ منٹ				
۲۰/مارچ	حمل	۱۲ -	۱۱---۵۴	۱---۲۰	۱۰---۳۴	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۷	نواں حصّہ
۲۲/اپریل	ثور	۱۱ ۱۰	۱۱---۵۴	۱---۲۴	۹---۴۰	۶۶۴	۸۴	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصّہ
۲۲/مئی	جوزا	۱۰ ۲۸	۱۰---۲۲	۱---۳۱	۸---۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصّہ
۲۲/جون	سرطان	۱۰ ۱۲	۱۰---۶	۱---۳۶	۸---۳۰	۶۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصّہ قدرے کم
۲۲/جولائی	اسد	۱۰ ۲۸	۱۰---۲۲	۱---۳۱	۸---۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصّہ
۲۲/اگست	سنبلہ	۱۱ ۱۰	۱۱---۵۲	۱---۲۳	۹---۳۹	۶۶۲	۸۳	۸۳/۶۶۲	آٹھواں حصّہ
۲۳/ستمبر	میزان	۱۲ -	۱۱---۵۲	۱---۱۹	۱۰---۳۳	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	نواں حصّہ
۲۲/اکتوبر	عقرب	۱۲ ۵۰	۱۲---۴۲	۱---۱۹	۱۱---۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	نواں حصّہ سے قدرے کم
۲۲/نومبر	قوس	۱۳ ۳۲	۱۳---۲۲	۱---۲۲	۱۲---	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصّہ
۲۲/دسمبر	جدّی	۱۳ ۴۸	۱۳---۴۰	۱---۲۵	۱۲---۱۵	۸۰۲	۸۵	۱۷/۱۶۴	دسواں حصّہ
۲۲/جنوری	دلو	۱۳ ۲۲	۱---۲۲	۱---۳۲	۱۲---	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصّہ
۲۱/فروری	حوت	۱۲ ۵۰	۱۳---۴۲	۱---۱۹	۱۱---۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	نواں حصّہ قدرے کم

علمِ نجوم یا علم توقیت سے تعلق رکھنے والے قارئین ہی اب بتائیں کہ شہر مذکور کے لیے اتنا واضح چارٹ مرتب کرنے والے شخص کو ہم ماہر علم نجوم یا علم توقیت کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔

اس کے علاوہ وقتِ سحر و صبحِ صادق و صبحِ کاذب کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں فرمایا کہ عرض البلد پر منحصر ہے کہ صبح رات کا کون سا حصہ ہے لیکن تمام جگہوں کے لیے مندرجہ ذیل مشاہدہ ہے جو نقشے کے ساتھ ذیل میں درج ہے:

(۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب مشرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو اس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطقۃ البروج کی سطح میں کرہ نجار پر رات کی تاریکی میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے، جو صبح کاذب کی بنیاد ہے۔

اس کے بعد ہی دونوں پہلو سپید ہو جاتے ہیں اور شمالاً و جنوباً اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے۔ بعض نے اس وقت کو صبح قرار دیا ہے اور یہی احوط ہے اور بعض نے اسے بھی کاذب میں رکھا ہے اور یہی اوسع ہے۔

پھر آناً فاناً جنوباً اور شمالاً پہلوؤں کی سپیدی پھیلنا شروع کرتی ہے اور خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے۔ یہ یقینی اجمل صبح صادق ہے یہاں سپیدی والا عمود ہنوز باقی ہے۔ گر یہ سچی سپیدی جیسے جیسے جنوب و شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے اور وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی
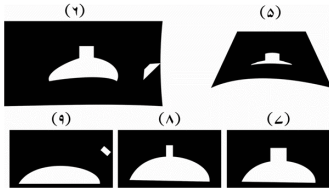
میں کم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے جیسا کہ اپر نقشہ ۷، ۸، ۹ سے ظاہر ہے۔ اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی ہے اور صحن وبام کو روشن کر دیتی ہے۔ یہ وقت اسفار کا ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلاف مستحب۔ اسی طرح رویتِ ہلال کے سلسلے میں آپ نے

LOGRITHMIC CALCULATION سے زمین کے ایک درجے کی قدر ۷۵۴.۰۴۹ میل نکالا اور پھر طویل تشریح کے بعد مسئلہ رویت ہلال کو بالکل صاف اور واضح کر دیا۔ ان کے علاوہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مختلف فتاوٰی میں جن مسائل پر تحقیق کی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ پانی میں رنگ ہے یا نہیں؟
۲۔ پانی کا رنگ سپید ہے یا سیاہ؟
۳۔ موتی، شیشہ، بلور پیسنے سے خوب سپید کیوں ہو جاتے ہیں؟
۴۔ آئینہ میں دار پڑ جائے تو وہاں سپیدی کیوں معلوم ہوتی ہے؟
۵۔ پانی میں مسام ہیں یا نہیں؟
۶۔ آئینہ میں اپنی صورت کے علاوہ چیزیں جو پیٹھ کے پیچھے ہیں کس طرح نظر آتی ہیں۔
۷۔ شعاع کی جنس۔
۸۔ رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں۔
۹۔ کان کی ہر چیز گندھک، پارے سے متولد ہے۔
۱۰۔ گندھک نر ہے اور پارہ مادہ۔
۱۱۔ شعاعیں جتنے زاویوں پر جاتی ہے، اتنے پر ہی پلٹتی ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے یہاں ہمیں ایک عجوبہ ونادر چیز جو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ مسئلہ کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ مسئلہ خواہ کسی موضوع کا ہو، روحانی ہو یا مادّی، نفسیاتی ہو یا سائنسی، علمی ہو یا مذہبی ہر جگہ مکمل وضاحت نظر آتی ہے اور تحریر میں وضاحت اسی وقت ہوگی جب تحریر کرنے والا موضوع پر پورا عبور رکھتا ہو اور موضوع اس کی مکمل گرفت میں ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو جس طرح نوازا ہمارے ہی لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے آپ کی شخصیت اور علمی استعداد قابل فخر ہے۔ یہاں مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ برصغیر (ہندوپاک) کے رہنے والوں نے اس شخصیت کو پہچانا نہیں۔ ورنہ مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ یورپ، امریکہ والوں نے اپنے عالموں کی کس طرح قدردانی کی۔ ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ اپنے لوگوں کے کارناموں کو تحت الثریٰ سے ثریا تک پہنچایا جائے۔ وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے قابل فخر کارناموں کو اجاگر کریں اور دنیا کو یہ بتائیں کہ ہم تہی دامن نہیں ہیں۔ ہمارے اسلاف نے وہ کارنامے انجام دیے ہیں، جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 3 سے ملحق)

E- Journal کا اِجرا جتنا سستا ہے اس سے کہیں زیادہ مؤثر ہے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے معیار کے مطابق جرنل جاری کرنا سنّی صحافت کے لیے عصری تقاضا ہے۔

الغرض سنّی جرائد و رسائل اپنے واضح اہداف مقرر کریں۔ ان اہداف کے حاصلات کا گاہے بگاہے جائزہ لیں۔ مخصوص موضوعات پر رسائل کا اِجرا کیا جائے۔ بین الاقوامی، صوبائی اور علاقائی زبانوں میں رسائل شائع ہوں اور نیٹ پر دستیاب ہوں۔ خاص طور پر بین الاقوامی زبانوں کے جرنل کے لیے ای۔ جرنل کی آسان اور سستی حکمتِ عملی اپنائی جائے۔ علما و مشائخ رسالہ بینی کی ترغیب میں اپنا کردار ادا کریں۔ رسائل کو بین الاقوامی جرنل کی Abstracting and Indexing Service سے رجسٹرڈ کرایا جائے اسی کے ساتھ ISSN حاصل کیا جائے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کے معیار کو مد نظر رکھ کر وہاں سے بھی اپنے رسائل کو منظور کرانا سنّی صحافت کا عصری تقاضا ہے۔ اس سلسلے میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا سنّی جرائد کے لیے رہنمائی اور فنّی مہارت میں معاونت کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتا ہے۔

کروں مدحِ اہلِ دوَل رضاؔ پڑے اِس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین پارۂ ناں نہیں

حدائقِ بخشش

علمائے اہلِ سنّت کی علمی خدمات
اور عوام اہلِ سنّت کی ذمّے داریاں پاک و ہند کے تناظر میں

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ط

ہم کو سیدھا راستہ چلا ○ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (کنز الایمان)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ○ (سورہ النسآء، آیت ۶۹)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا راستہ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (کنز الایمان)

ان تمام اچھے ساتھیوں کی اچھی اچھی علمی و روحانی خدمات کو دوسروں تک منتقل کرنا اس زمانے کے یا بعد والوں کے لیے لازم عمل بن جاتا ہے اور اگر زمانے کے لوگوں نے اپنی ذمّے داری پوری نہ کی تو وہ علمی ورثہ عوام کی نظروں سے او جھل رہ جاتا ہے اور ان اہلِ قلم کی علمی کاوشوں سے عوام الناس محروم رہ جاتے ہیں۔ علم منتقل کرنا انبیائے کرام کی سنّت اور طریقہ ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے علوم کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سینہ بسینہ تابعین میں منتقل کیا اور یہ منتقل کرنے والے صحابہ کرام چند ہزار تھے مگر لاکھوں تابعین میں یہ علم اور معلومات تقسیم ہوئیں۔ تابعین کی قلیل جماعت اور ذمّے دار ان نے یہ علم اپنے بعد والوں میں تقسیم کیا پھر یہ علم کتابی صورت میں منتقل ہونا شروع ہوا اور اب کتابوں کے بعد یہ علم Internet کی سہولت سے دنیا کے ہر فرد کے ہر گھر میں اس کی میز پر رکھے ہوئے Computer میں منتقل ہو رہا ہے۔

ہر زمانے میں علم کو کتابی صورت میں منتقل کرنے والے تھوڑے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ یہ اہلِ قلم اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ علم اور فہم کو دنیاوی لوگوں کی سمجھ کے مطابق ان کے لیے آسان الفاظوں میں کتابی صورت میں منتقل کر دیتے ہیں پھر اس علمی ورثے کو ہر زمانے کے چند لوگ ادارہ اور تنظیمیں قائم کرے اس کے زیر اہتمام اس علمی کام کو عام لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

دنیا بھر میں چند ہزار افراد اپنی قائم کردہ تنظیموں یا اداروں کے ذریعہ علمائے اہلِ سنّت کی علمی خدمات کو اپنے اپنے ملکوں اور شہروں میں اپنی اپنی زبانوں میں شائع کر کے لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ بعض ادارہ یا تنظیم کسی خاص شخصیت کے علمی ورثے کو لوگوں تک پہنچانے میں مصروف ہے اور بعض ادارے کئی علمی شخصیات کی علمی کاوشوں کو عوام الناس میں متعارف کرانے میں مصروفِ عمل ہیں۔

پاک و ہند پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہاں بھی سینکڑوں ادارے اور تنظیمیں مختلف ادوار کے علما و مشائخ کی علمی اور روحانی کاوشوں کو لوگوں تک پہنچانے کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں قدیم ترین علمی شاہکار حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری (المتوفی ۴۶۵ھ) کی معرکتہ الاراء تصنیف لطیف ''کشف المحجوب'' ہے جو فارسی زبان میں لکھی گئی تھی اور یہ کتاب شریعت کی تعلیمات کے لیے تصوف کی کتابوں میں برصغیر پاک و ہند میں اوّل درجہ رکھتی ہے۔ یہ کتاب پچھلے ۱۰۰۰ برس سے

شائع ہو رہی ہے اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں اور نہ جانے کتنے ادارے اس کتاب کو شائع کر چکے ہیں اور نہ جانے کتنے ادارے مزید وجود میں آتے رہیں گے اور اس کتاب کی اہمیت کے باعث اس کو شائع کرتے رہیں گے۔ اسی طرح سلسلۂ چشتیہ کی متعدد کتب مثلاً ہشت بہشت، فوائد الفؤاد وغیرہ نہ جانے پاک و ہند کے کتنے ادارے اور تنظیمیں ان کتب اور ان کے تراجم کو شائع کر رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ سرہند حضرت مجدد الف ثانی کے "مکتوبات ربانی" نہ جانے کتنے ادارے اس کی اصل اور تراجم کو شائع کر رہے ہیں اور ادارۂ مجددیہ کے نام سے نہ جانے کتنے ادارے اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے قائم ہوئے اور قیامت تک قائم ہوتے رہیں گے اور اس ایک کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر نہ صرف سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے احباب بلکہ تمام اہلِ سنّت کے احباب کے لیے شریعت و طریقت کی یہ جامع کتاب رہنمائی کرتی رہے گی اور یہ کتاب بیسیوں اداروں سے شائع ہوتی رہے گی۔ اس کتاب کی افادیت کے باعث مختلف ادارے اس کو برابر شائع کر رہے ہیں اور اس پر تحقیقی مقالات اور اس عنوان سے ہونے والے عرس یا کانفرنس کے موقعہ پر پڑھے جانے والے مقالات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں اس سے یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ یہ ادارے کسی اور اہلِ سنّت کی کتب کی اشاعت میں بخیل ہیں باہم یہ مبالبہ کریں کہ یہ صرف حضرت مجدد کی کتابیں ہی کیوں شائع کرتے ہیں؟ ان کو چاہیے کہ دیگر اہلِ سنّت کے علما کی کتب بھی شائع کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے اندر اس بات کا درد یا غم ہے کہ فلاں فلاں علمائے اہلِ سنّت کی شخصیات اور ان کے علمی کارناموں کو بھی سامنے لانا ضروری ہے تو پھر مجھے چاہیے کہ اپنے چند احباب کے ساتھ مل کر اپنے اس خواب کو پورا کروں۔

برصغیر پاک وہند میں کچھ شخصیات اور ان کا علمی مقام اتنا بلند ہے اور ان کے علمی قلمی شاہکار اتنے مقبول عام ہیں کہ ان کی ان کتب کو برصغیر پاک وہند کے متعدد ادارے مسلسل شائع کر رہے ہیں مگر ان کی مقبولیت یا ان کی مانگ میں کوئی کمی بھی نہیں آرہی اس لیے ان کی اشاعت تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے "مکتوبات ربانی" حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "حجۃ البالغۃ" حضرت شاہ رفیع الدین کا ترجمہ قرآن، حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار" یا مدارج النبوۃ وغیرہا۔

ان تمام علمائے اہلِ سنّت کے نام پر ادارے اور اکیڈمی بھی قائم کی گئی ہیں اور وہ ان شخصیات پر اور ان کے علمی شاہکار کو عوام الناس تک پہنچانے میں مصروفِ عمل ہیں۔ شاہ عبد الحق اکیڈمی کے احباب حضرت شاہ عبد الحق دہلوی کی شخصیت یا ان کی تصانیف کو منظرِ عام پر لانے کے لیے جو کاوشیں کر رہے ہیں وہ یقیناً نیک کام کر رہے ہیں ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ دیگر علمائے اہلِ سنّت کی کتب پر بھی کام کریں اور شائع کریں مناسب نہیں بلکہ اس کا آسان حل یہ ہے کہ جس کے دل میں کسی بھی عالم کی شخصیت یا کتب کو شائع کرنے کا خیال ہو وہ اپنا ادارہ بنائے اور اس کام کو کر گزرے۔

برصغیر پاک و ہند میں امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں اور آپ کی کتب کی مقبولیت کی بھی کوئی انتہا نہیں بالخصوص، ترجمہ قرآن کنز الایمان، نعتیہ کلام حدائق بخشش، فتاویٰ رضویہ اور بیسیوں معروف رسائل فقہیہ و مناقب دنیا بھر میں سینکڑوں ادارے نہ صرف اصل زبان میں بلکہ اس کے ترجمے مختلف زبانوں میں بالخصوص انگریزی زبان میں شائع کر کے لوگوں تک پہنچا دیے ہیں۔ ان ہی سینکڑوں اداروں میں ایک نام ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا بھی ہے جو پچھلے ۳۲ سال سے امام احمد رضا کی مقبول بارگاہ کتابوں کو شائع کر کے ایک مقام حاصل کر چکا ہے۔ اس ادارے نے امام احمد رضا کی اصل کتب تو زیادہ شائع نہیں کیں مگر پچھلے ۳۲ سالوں میں سینکڑوں اسکالرز کے ہزاروں مقالات اپنے سالنامے اور ماہنامے "معارف رضا" میں شائع کر چکا ہے اور یہ مقالات نہ صرف اردو زبان میں ہیں بلکہ انگریزی اور عربی زبان میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان ہزاروں مقالات میں امام احمد رضا کی سینکڑوں علمی جہتیں متعارف ہوئیں اور نہ

صرف مسلم بلکہ غیر مسلم اسکالرز نے بھی آپ پر مقالات تحریر کیے ہیں۔ امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں پر نہ صرف برصغیر پاک وہند کے اہلِ قلم نے مستند مقالات تحریر کیے بلکہ عرب کے بے شمار اسکالرز نے بھی امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی کاوشوں کو سراہتے ہوئے ان کو اپنے دور کا عظیم محقق اور عظیم اسلامی قانون دان قرار دیا ہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے نہ صرف مختصر مقالات لکھوانے کی تحریر برقرار رکھی بلکہ پچھلے ۲۰ سالوں میں ۳۰ سے زیادہ M.Phil اور Ph.D کے مبسوط مقالات بھی عربی، اردو اور انگریزی میں تحریر کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا اگرچہ کسی جامعہ میں امام احمد رضا ریسرچ چیئر تو قائم نہ کر سکا مگر اپنے ادارے کی جانب سے تمام مقامی اور غیر مقامی اور غیر ملکی ریسرچ اسکالرز کی مکمل مدد کی جس کے باعث ان کو M.Phil اور Ph.D کے مقالات تحریر کرنے میں سہولت حاصل ہوئی ادارے ان تمام M.Phil اور Ph.D کے اسکالرز کو ان کی کامیابی کے بعد امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل اور سلور میڈل جیسے انعامات سے بھی نوازا۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے نہ صرف امام احمد رضا پر ریسرچ کروائی بلکہ چیدہ چیدہ علمائے اہلِ سنّت کی خدمات پر بھی M.Phil اور Ph.D کے مقالات لکھوانے میں بھرپور تعاون کیا ہے۔ مثلاً تحریک پاکستان میں علما کا کردار، خلفائے اعلیٰ حضرت کی خدمات، علامہ سعید کاظمی، علامہ شفیع اوکاڑوی، حضرت مفتی اعظم ہند، حضرت جہانگیر سمنانی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت ابوالحسنات قادری، جیسے نامور علماے کرام پر بھی ادارے کے تعاون سے کام کرنے والوں کو علمی مواد فراہم کیا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی ٹیم ہر وقت کسی بھی علمی کام میں تعاون کے لیے تیار ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں جو شخص بھی علماے اہلِ سنّت کے حوالے سے کام کر رہا ہے اس سے ادارہ ہر طرح سے تعاون کے لیے تیار ہے۔

قارئین کرام! آپ کو یہ جان کر بھی خوشی ہوگی کہ ادارہ نہ صرف امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تعلیمات کو فروغ دینے میں مصروفِ عمل ہے بلکہ پاکستان کی اکثر جامعات میں بالعموم اور سندھ کی جامعات میں بالخصوص B.A، M.A لیول کے نصاب میں خاص کر، علوم اسلامی، اردو، عربی، سیاسیات اور دیگر شعبہ جات میں نہ صرف امام احمد رضا کی کتب کو شاملِ نصاب کرانے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ دیگر علمائے اہلِ سنّت کی معرکتہ الآرا کتب کو بھی مختلف شعبہ جات کے نصاب میں شامل کروایا ہے اور یہ بات تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ یونیورسٹی اور کالج لیول کے نصابوں میں برصغیر پاک وہند کے مختلف جامعات میں یہ کام اور کسی ادارے یا تنظیم نے نہیں کیا کہ علمائے اہلِ سنّت کی کتابوں کو نصاب میں شامل کروایا جائے اور یہ امام احمد رضا کا خاصہ ہے کہ آپ نے تمام علوم و فنون میں چونکہ تصنیفات اور تالیفات یادگار چھوڑی ہیں لہٰذا جس کسی شعبے میں بھی علمائے اہلِ سنّت کی کتابیں شامل کی جاتی ہیں ان میں امام احمد رضا کی کتابیں سر فہرست ہوتی ہیں۔ راقم ان تمام اداروں اور تنظیموں کے ذمّے داران سے یہ گزارش کرے گا کہ وہ اپنے اپنے شہروں اور ملکوں میں جامعات کے نصاب اور کالج کے نصاب میں علمائے اہلِ سنّت کی کتابوں کو شامل کرنے کی تحریک شروع کریں اور ان جامعات کے نصاب کے مطابق علمائے اہلِ سنّت کی کتب کو ان تک پہنچائیں تاکہ آج کل کے نوجوان ہمارے علمائے اہلِ سنّت کے علمی کاموں سے بھی آگاہی حاصل کر سکیں اور آج کی پڑھی لکھی دنیا میں ہمارے اسلاف کے کاموں کی بھی بازگشت سنائی دے۔ ادارہ اس سلسلے میں تمام اداروں اور تنظیموں کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کے لیے تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ سنّت کو یکجا رکھے اور آپس میں ایک دوسرے کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

مولانا سیّد سلیمان اشرف

عبدالباری (ریڈر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا)

مولانا سید سلیمان اشرف امام احمد رضا کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی حیات وخدمات پر اب تک معارفِ رضا میں متعدد مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ اس ماہ جناب عبدالباری علیگڑ کا مضمون پیش کیا جارہا ہے۔ امام احمد رضا کے متعدد خلفاء و تلامذہ کی طرح مولانا سلیمان اشرف کی حیات و کارناموں پر اتنا مواد دستیاب ہے کہ کسی بھی یونیورسٹی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح پر تحقیقی مقالہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں پیش قدمی کرنے والے محققین اور طلبہ وطالبات کی ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا ہر ممکن تحقیقی معاونت کرسکتا ہے۔ امید ہے اس طرح علمائے اہلِ سنّت کی ایک کثیر تعداد پر یونیورسٹیوں کی سطح پر تحقیق ممکن ہوسکے گی۔ عبید

سرفروشانِ تحریک علی گڑھ کے سلسلۂ زریں کی داستان بڑی طویل اور تہہ دار ہے۔ اسلاف کے کارناموں کی قدر شناسی کا جذبہ قدرے بیدار ہو اور دیدۂ بینا سے کام لیا جائے تو ہمیں علمی اُفق پر ان فدائیان چمن کے بکھیرے ہوئے لعل و گہر کے ڈھیر صاف نظر آجائیں۔ ہاں ان میں کچھ ایسی ہستیاں بھی ہیں جن کی غیر معمولی دینی غیرت وحمیت اور مومنانہ حق گوئی وبیباکی کے جذبے نے دین وملت کے تئیں اپنی خدمات اور اپنے مقام و مرتبے کو حتی الامکان پردۂ خفا میں ہی رکھنا چاہا۔ یقیناً ایسی ہستیوں کے کارناموں سے روشناسی یک گونہ مزید توجہ کی متقاضی ہوگی۔ مولانا سید سلیمان اشرف بھی انہی چند ہستیوں کی صف میں نظر آتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ "گرامی قدر حضرات! اعمال نامہ آپ کے سامنے پیش نہ ہوگا، نہ محاسبہ وفیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا پھر اپنے رب کریم کے اُن احسانات و افضال کو کیوں پیش کروں جن کی بدولت توفیق خدمتِ دین وملت کی پائی۔"[1] انکساری و پاس داری اپنی جگہ، لیکن خود ان کی رُباعی کے یہ الفاظ درد قومی کا پتہ دیتے ہیں اور اُن کے سوزِ پنہاں کی تلاطم خیزی کو آشکارا کیے دیتے ہیں۔

دارم دلکے غمیں بیاموز و مپرس
صد واقعہ در مکیں، بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم
یا اکرم الاکرمین، بیامرز و مپرس[2]

ان کی شخصیت کے رنگ و روپ کی امتیازی شان اور انفرادیت بہت کچھ اُبھر کر سامنے آجاتی ہے، جب ہم اُنکی دینی خدمات کو سامنے رکھ کر اُن کے دینیات سے متعلق درسِ عوام وخواص کے لیے قرآنِ حکیم کا روزانہ تفسیری بیان اور اُن کی تصنیفی و تالیفی کاوشوں کا جائزہ لیتے ہیں، لیکن ایک دوسرے رُخ سے، علمائے ہند کی صف میں مولانا کی نابغۂ روزگار شخصیت ہمیں اور زیادہ قد آور نظر آتی ہے جب ہم ملت بیضا کے تئیں سیاسی اور امور تمدن میں اُن کی بصیرتوں سے بھی قدرے قربت کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ اُن کی تحریریں، اُن کے بلند سیاسی افکار، اسلامی ثقافت و تمدن کی باریک بینیوں اور قومی و ملّی درد کے تب و تاب کا پرتو نظر آتی ہیں۔

ہند کی آزادی سے بہت پہلے، خلافت تحریک کے ہاؤ ہو کو ذہن کے پردوں پر ذرا دیر کے لیے منعکس ہونے دیجیے اور پھر اُس پس منظر کی گرماگرمی اور دوادوی میں مولانا سلیمان اشرف کی یہ آواز سنیے:

"جس وقت ساری زبانیں گنگ تھیں مجھ گنہگار کی زبان کلمۂ حق کہہ رہی تھی، جس وقت سارے اقلام خشک تھے مجھ بے بضاعت کا قلم مصروفِ تحریر تھا، جس وقت سارے پاؤں مفلوج تھے مجھ ضعیف کا پاؤں منزل رساں راستے پر تھا۔ انصاف کرو اس میں میری کیا خطا ہوئی۔ یہ تو اللہ کا فضل تھا۔ تم ہلالِ احمر کے نام سے چندہ تحصیل کرتے تھے اور داد نشاط و عیش دیتے تھے۔ زرکشی کے لیے جس طرح کے مضامین ضروری تھے تم اُنہی کو لکھتے اُنہی کو کہتے تھے لیکن اس فقیر کو خلافت کی لو لگی تھی۔ اس لیے ترکوں کی مختصر تاریخ پھر اُن کی خلافت اُن کی اطاعت اور اُن کے حقوق دلیل وبرہان کے ساتھ لکھ کر مسلمانوں کے سامنے پیش کردیے۔ (دیکھو فقیر کا رسالہ البلاغ) حقیقت یہ ہے غرق ہو کر طوفان اور جہاز کے تباہی کا علم عامی و اعمیٰ سبھی کو ہوتا ہے لیکن جہاز کا ناخدا طوفان کو بہت پہلے اور بہت دور سے دیکھ لیتا ہے

جن کے دماغ اس علم و تجربہ سے خالی ہوتے ہیں وہ ناخدا کے تدابیر و اضطرار پر ہنستے ہیں لیکن وہی قہقہہ آخر کار نالہ و شیون ہو جاتا ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا ہزار احسان اور اُسکے خاص کرم کا ہزار ہزار شکر کہ جس چیز کو آج آپ قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں فقیر کو دس برس قبل قوم کے سامنے پیش کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔"[۳]

اسلام اور سیاست کے موضوع سے بحث کرتے ہوئے مولانا مشاورت کی اہمیت کو بتاتے ہیں اور "شاورھم فی الامر" اور "امرھم شوریٰ بینھم" کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور یوں رقمطراز ہوتے ہیں: "آج مشورے نام کے ہیں۔ فریق بندی، احباب نوازی، اشخاص پرستی سے کام لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کمیٹی نے یہ بات طے کی۔ رائے دہندوں کے دروں پر جاتے ہیں، اُن کی رائیں قبل سے حاصل کی جاتی ہیں کہیں بذریعہ طمع، کہیں بذریعہ تہدید، کہیں بواسطۂ خوشامد منت۔ اس طرح ایک آواز کے پیچھے بہت سی آوازیں ہو جاتی ہیں، مگر اسلامی مشورہ ایسی آلودگیوں سے پاک ہے۔"[۴]

امتِ مسلمہ کے سیاسی و ثقافتی انحطاط کے اسباب و علل پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تھوڑے دنوں تک ایسی ایک برگزیدہ جماعت دنیا میں قائم رہی جس کا ظاہر و باطن دونوں علم و معرفت سے لبریز تھا۔ آخر کہاں تک! اس جماعت کے گزر جانے کے بعد اب ایسے اشخاص پیدا ہوئے جو احکام شرعی کو سلاطین کے ہوائے نفسانی کا سپر قرار دینے لگے اور دولت کے طمع میں دین کی نعمتوں سے ہاتھ اٹھا بیٹھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عامۃ المسلمین میں دین کی طرف سے چشم پوشی ہونی شروع ہوگئی۔ خود ایسے مدعیان علم چونکہ روحانی لذت سے نا آشنا تھے اس لیے احکام شرعی کی بجا آوری میں تساہل کرتے اور ایک حد تک اُن کی بے پروائی اور بھی معصیت کا زہر عوام میں پھیلاتی۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ عوام اب عالم کے نام سے وحشت اور دین کے نام سے تبرّیٰ کرنے لگے۔ یہ حالت اگرچہ اسلامی ملک کی تباہی و بربادی کی ہوئی لیکن جہاں کہیں بھی کہ مسلمانوں کی حالت اسلامی حیثیت سے خراب ہوئی ہے وہاں یہی علّت پاؤ گے۔ پہلے امراء بگڑے پھر کچھ دنی الطبع اہل علم کا طبقہ اُن کے ہاتھوں کا رومال بنا اور ان دونوں نے مل کر عوام کو تباہ و برباد کیا۔ پس اے عزیزو! اس مہیب و وحشت ناک زمانہ میں جبکہ تمہاری ایک بیمار سلطنت جسے خلافت کا معزز لقب حاصل ہے جو آستانۂ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جاروب کش و حرم محترم کا خادم ہے اُس کا تمام اُفق پُر آشوب و گرد آلود ہو رہا ہے۔ کیا اس وقت بھی تم اُسی خواب خرگوش میں پڑے سوتے رہو گے؟ کیا اب بھی اپنی حالت نہ سنبھالو گے؟ کب تک تم علما کو جاہل کہو گے اور وہ تم کو بے دین و کافر کہیں گے؟ ہائے اس کشاکش نے یہاں تک تو فنا کر دیا، اس حد تک تو مٹا دیا۔ کیا اب بھی انہیں فضولیات میں وقت صرف کرتے رہ جاؤ گے؟ مسلمانو! خود کلام تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عملی نمونہ تمہارے پیش نظر ہے پھر تمہیں کیا ڈر ہے اُس کو پڑھو اور اپنی حالت کو سنبھالو یہ گناہوں کا نتیجہ ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ صدق دل سے توبہ کرو اور اُس کی رحمت کو اپنے اعمال حسنہ سے اپنی جانب متوجہ کرو۔ نااُمیدی کی کیا بات ہے اُس نے عرب قوم کو کفر و شرک سے نجات دی تھی۔ آج ہم کو بھی معصیت اور ان یورپین آفات سے نجات دینے کو موجود ہے اگر ہم میں تقویٰ و خشیت ایزدی پیدا ہو جائے تو آج پھر ہماری وہی ہیبت، وہی دبدبہ دنیا ماننے لگے جو کبھی تسلیم کی جاتی تھی۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم"[۵]

مولانا سلیمان اشرف کے مذکورہ بالا اقوال اور تحریروں کی روشنی میں آپ نے اُن کی شخصیت کے نقوش و خطوط سے بہت کچھ واقفیت حاصل کر لی ہوگی۔ آیے اُن کی کتاب زندگی کے کچھ اور اوراق پر بھی نگاہ ڈالیں۔ آپ ایک دین دار اور ذی علم و ذی وجاہت سادات گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۷۸ء میں صوبہ بہار کے ایک قدیم دینی و علمی گھوارہ بہار شریف کے محلہ میر داد میں ہوئی۔ اُن دنوں یہ علاقہ ضلع پٹنہ کا ایک مضافاتی اہم قصبہ شمار ہوتا تھا آپ کی جائے پیدائش سے بمشکل چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہی دنیا کی قدیم ترین درسگاہوں میں شمار کی جانے والی نالندہ یونیورسٹی کے کھنڈرات ہیں اس مردم خیز قصبہ کو مسلمان صوفیاء اور بزرگانِ دین سے ایک نسبت خاص رہی ہے۔ اپنے وقت کے مشہور ترین صوفی بزرگ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری یعنی صاحب "مکتوبات صدی" کی آخری آرام گاہ بھی یہیں ہے۔ یہاں خانقاہوں کا بھی ایک قدیمی سلسلہ ہے۔ اس علاقے کی دینی، علمی اور روحانی فضا نے مولانا سلیمان اشرف کی پرورش و پرداخت میں یقیناً گہرے اثرات مرتب کیے ہوں گے۔

گھریلو دینی تعلیم کے بعد آپ کے والد حکیم سید محمد عبداللہ نے آپ کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے جون پور بھیج دیا، جہاں آپ نے مدرسہ حنیفہ میں مشہور عالم دین مولانا ہدایت اللہ رام پوری سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا یار محمد بندیالوی کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپ عارف باللہ مولانا نور محمد اصدق دہلوی کے مرید بھی تھے اور چشتی نظامی سلسلہ سے منسلک تھے۔ آپ صرف ایک عالم دین ہی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں صاحب دل بزرگ بھی تھے۔ آپ کو مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی۔ گھریلو زندگی میں ماں سے غیر معمولی اور والہانہ محبت اور احترام کے سلوک میں جو مثال آپ نے قائم کی اُس کے نمونے شاذ و نادر ہی دیکھنے کو ملتے ہیں، آپ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے ایک عزیز کے بچے کو آپ نے گود لے رکھا تھا۔ مولانا کی نجی زندگی کے رکھ رکھاؤ کا مطالعہ کیجئے تو ہمیں اُن کی افتاد طبع میں جلال و جمال کا ایک حسین مرقع نظر آتا ہے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"مرحوم میں اپنے استاد کا ہی جبروت وطنطنہ تھا۔ اُن کی شفقت میں بھی جبروت کار فرما تھا۔ میں نے مرحوم کو جھجک کر یا گول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔ جرأت و بے باکی مولانا کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اپنی رائے کا اظہار بے دھڑک کر دیتے تھے۔ کسی کے علم و فضل یا وجاہت واقتدار سے مرعوب ہونا تو آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ خود داری کا یہ عالم تھا کہ یونیورسٹی کے کسی ایسے اجلاس میں شریک نہ ہوتے جس میں کسی بڑے آدمی کو مدعو کیا گیا ہو اور نہ ہی کسی کے گھر جاتے جب تک اس سے دوستانہ مراسم نہ ہوتے۔" [۶]

پروفیسر محمد زبیر جو ایک زمانہ میں یونیورسٹی کی لٹن لائبریری کے اسسٹنٹ لائبریرین رہے تھے اور بعد میں "پاکستان اسکول آف لائبریرین شپ" کے ڈائرکٹر ہوئے۔ لکھتے ہیں:

"مولانا اپنے نظریات وخیالات کے اظہار میں شمشیر برہنہ تھے ہر موقع پر ہر بڑی اور چھوٹی شخصیت کے سامنے سچی اور صحیح بات کو بلا تکلف اور برملا کہہ دیتے تھے۔ ان کی شخصیت میں سنجیدگی، خود داری اور اصول پرستی بڑی انفرادی اور نرالی شان رکھتی تھی اُن کے تبحّر علمی پر جلال وجمال کے اتنے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے جنھیں موصوف کا مزاجِ شناسا ہی چھو سکتا تھا۔ آپ کی یہ انفرادی خصوصیت بھی لائق ذکر ہے کہ یونیورسٹی کے حدود میں ہمہ وقت رہتے ہوئے بھی وہاں کی تقریبات میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ قیام یونیورسٹی کے تقسیم اسناد (کانوکیشن) کا پہلا جلسہ یونیورسٹی کی چانسلر فرماں روائے بھوپال محترمہ سلطان جہاں بیگم کی زیرِ صدارت دسمبر ۱۹۲۲ء میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ ہوا جن میں شریک ہونے کے لیے ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے سیکڑوں لوگ علی گڑھ آئے لیکن مولانا تشریف نہیں لائے حالانکہ ان کی رہائش گاہ سے صرف چند گز کے فاصلے پر اسٹریچی ہال میں یہ بے نظیر جلسہ منعقد ہوا تھا۔ علی گڑھ میں ان کی زندگی کے محور مسجد، کلاس روم اور اپنی رہائش گاہ تھے۔ یونیورسٹی انتظامیہ (اکیڈمک کونسل وغیرہ) میں شریک ہوتے اور وہاں کے مباحثوں میں خوب حصہ لیتے تھے۔ مولانا کی یہ شانِ بے نیازی دیکھ کر اُنہیں زاہد خشک نہ سمجھیے۔ اپنے مقربین خاص کی صحبتوں میں دلچسپ واقعات سناتے، طرح طرح کے لطیفے بیان کرتے۔ شاعروں کا عارفانہ کلام سن کر بہت محظوظ ہوتے۔ فرصت کے اوقات میں دل بہلانے کے لیے اپنے پسندیدہ اشعار گنگناتے رہتے تھے۔ موصوف کے آستانہ پر تقریباً روزانہ شام کو چند مخصوص اہلِ علم جمع ہو جاتے تھے۔ ان میں مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی جیسے متبحر عالم بھی ہوتے۔ سب مونڈھوں پر عقیدت مندانہ بیٹھتے۔" [۷]

ایم۔ او۔ کالج میں آپ صدر شعبہ دینیات اور ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ تقریباً ۳۰ سال کی خدمتِ جلیلہ کے بعد آپ کا وصال علی گڑھ میں ہی ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء میں ہوا اور یونیورسٹی کے ہی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

کالج میں پہلی تقریر کی تفصیل بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ آپ سے "معجزہ" پر مقالہ لکھنے کی فرمائش کی گئی اور ساتھ ہی کہا گیا کہ کتابوں کی ضرورت ہو، تو حبیب گنج تشریف لے جائیں۔ مولانا نے فرمایا "الحمد للہ مجھے کتابوں کی ضرورت نہیں، صرف قلم اور کاغذ درکار ہیں۔" چنانچہ عشا تا صبح ایک ہی مجلس میں ۲۲ فل اسکیپ صفحات پر مدلل مضمون لکھ کر دے دیا جو پسند کیا گیا۔ پھر بعد نماز جمعہ "توحید" پر خطاب کرنے کو کہا گیا تو آپ نے تین گھنٹے اس موضوع پر تقریر فرمائی جسے سن کر لوگ جھوم گئے۔ دینیات کمیٹی کے تمام اراکین نواب وقار الملک اور مولانا حبیب الرحمٰن جیسے لوگ موجود تھے۔ [۸]

آپ کی علمی سرگرمیاں بھی کچھ کم نہ تھیں آپ کی ذات جامع معقولات اور منقولات تھی آپ اپنے وقت کے بہترین مقررین میں شمار کیے جاسکتے ہیں۔ سیرتِ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آپ کو خاص لگاؤ ہی، نہیں والہانہ عقیدت بھی تھی۔ چنانچہ سال میں سیرت کے موضوع پر آپ کے ایک دو غیر معمولی خطبے ہوا کرتے تھے۔ یہ خطبے درس عمومی اور درس تفسیر کے علاوہ ہوا کرتے تھے۔

آپ صاحب طرز ادیب تھے۔ آپ کی ادبی موشگافیاں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں جائزہ لینے کے بعد آپ کی درج ذیل کتابوں کا پتہ چلتا ہے: (۱) المبین (۲) الحج (۳) امتناع النظیر (۴) القدر (۵) الرشار (٦) النور (۷) البلاغ (۸) السبیل (۹) الخطاب (۱۰) الانھار مع ہشت بہشت خسرو۔ مناسک حج سے متعلق آپ کی کتاب ''الحج'' کی قدر و قیمت کا اندازہ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی کی اس تحریر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

''میرے ساتھ سفر حج میں ایک سے زیادہ رسالے تھے۔ فقہ کی کتابیں بھی تھیں۔ تاہم تجربہ ہوا کہ مسائل کا اُن رسالوں سے اور کتابوں سے عین وقت پر معلوم ہونا آسان نہیں۔ عموماً رسالوں میں مسائل حج متفرق طور پر لکھ دیے گئے ہیں۔ عبارت کی صفائی و شگفتگی پر کم لحاظ رکھا گیا ہے۔ مع ہٰذا اُن کے بیان میں وہ ذوق نہیں جو سفر حج کا رکن اعظم ہے پس ان رسالوں اور کتابوں کے ہوتے ہوئے بھی ایسے رسالے کی ضرورت تھی جو شگفتہ و پاکیزہ، ذوق آفرین، شوق افزا بیان و عبارت میں ترتیب و تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہو اور ترتیب ایسی ہو کہ ہر موقع کا مسئلہ وقت پر بہ آسانی نکل سکے۔ میرے سفر حج کے وقت محبّی فی اللہ، فضائل پناہ مولانا سید سلیمان اشرف نے غایت کرم سے رسالۂ ہذا کا مسوّدہ بطورِ زادِ راہ میرے ساتھ کر دیا۔ میں نے اس کو حرزِ بازو بنایا اور برابر زیرِ مطالعہ رکھا۔'' [۹]

فارسی شعر و ادب کے موضوع پر مولانا کی ''الانھار'' بھی ایک وقیع و مفید کتاب ہے۔ بعض جہتوں سے کچھ لوگ اسے علامہ شبلی کی ''شعر العجم'' سے فزوں تر بھی بتاتے ہیں۔ مولانا کی ''المبین'' بھی اردو زبان و ادب میں ایک خاصے کی چیز ہے۔ اردو میں لسانیات کے مباحث پر مخصوص نگارشات کا جائزہ لیا جائے تو شاید برصغیر میں یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہو گی۔ افسوس کہ خود اردو زبان و ادب کے شیدائی اس کتاب کی قدر و قیمت اور افادیت سے بے بہرہ نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ جب علامہ اقبالؔ علی گڑھ تشریف لائے تو انہوں نے خود مولانا سلیمان اشرف سے اس کتاب کی گونا گوں خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا: ''مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن منتقل نہیں ہوا تھا۔'' [۱۰]

آیئے اب مولانا کے ملّی شعور، سیاسی افکار اور وطنی آزادی سے متعلّق کاوشوں کا جائزہ لیں۔ زندگی کی نعمتوں میں دین کی نعمت کے بعد شاید آزادی سے بڑی کوئی دوسری نعمت نہیں ہوتی اور جب شخصی آزادی کے ساتھ ساتھ ملی و قومی آزادی بھی چھن جائے تو اس قوم کے اہل دانش اور علم و آگہی رکھنے والوں کے لیے بڑی ہی اذیتِ قلبی اور کربِ روحانی کا معاملہ درپیش ہوتا ہے۔ ذوالعقلِ یشقی فی النعیم بعقلہ برصغیر ہند میں ۱۸۵۷ء کی شکست وریخت کے بعد ملّت بیضاء کے گونا گوں مسائل پر نگاہ کیجیے اور جذبۂ تحریکِ آزادی کی داستان پڑھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اہل دانش و بینش کے کرب آگہی کی ایک داستان ہے اور اسی داستان سے بال وپر کے ماتم کا سلسلہ بھی جڑا ہوا نظر آتا ہے۔ تحریک آزادی کے ضمن میں پرورش بال وپر دراصل ملّت کی فکری بیداری کا دوسرا نام ہے۔ بیداریِ ملت کی ہی اساس پر سچ پوچھیے تو تحریک آزادی بار آور اور بامراد ہوتی ہے۔

مولانا سید سلیمان اشرف بھی برصغیر کے اُن ممتاز علما کی صف میں نظر آتے ہیں جنہیں اللہ نے سیاسی بصیرت سے نوازا تھا اور جن کا دل ملت بیضاء کی فکری بیداری اور اُن کے روشن مستقبل کے لیے آشنائے درد تھا اس ضمن میں انہوں نے بھی اپنے کرب آگہی کی داستان اردو زبان اور اسلامی ادب کے سانچے میں پیش کی ہے۔ اُن کی سیاسی آگہی سے متعلق کاوشوں کے ثمرات خصوصیت سے اُن کی تین مطبوعہ کتابوں ''النور'' ''البلاغ'' اور ''الرشاد'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس راہ میں ان کی فکری موشگافیوں کے مختلف گوشوں سے آراء کا اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن یہ کہے بغیر چارۂ کار نہیں کہ علمائے ہند کے سیاسی رجحانات اور اُن کی کارکردگی کی تاریخ مدِّ نظر رکھی جائے تو مولانا سلیمان اشرف بھی ایک بلند مقام پر نظر آتے ہیں ہمیں اُن کی کاوشوں کے آئینے میں کچھ ایسے پہلو بھی نظر آسکتے ہیں جن سے وطنی آزادی اور ملّی بیداری کے ضمن میں علمائے ہند کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کا کوئی نیا گوشہ بھی منظر عام پر آسکتا ہے۔ دوسرے، ہم اُن کی فکری فہمائشوں کی روشنی میں آج کے اور مستقبل قریب کے ملّی مسائل کی عقدہ کشائی میں بھی مدد حاصل کرسکتے ہیں۔

تحریک آزادی کے باب میں مولانا سلیمان اشرف کی قدر و قیمت دو حیثیتوں سے اور زیادہ بڑھ جاتی ہے: ایک طرف تو وہ مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریکِ آزادی کی سرفروشیوں سے بہر ور ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں کیونکہ انھوں نے مولانا ہدایت رسول خاں جون پوری سے براہِ راست کسبِ فیض کیا تھا، جو مولانا خیر آبادی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ دوسری طرف آپ نے مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کے صدر اور ناظم کی حیثیت سے تقریباً ۳۰ سال علی گڑھ میں گزارے تھے۔ آپ کی تحریروں میں اصلاحِ ملت و معاشرہ کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ قوم کی فکری بیداری کا درد اُن کے دلِ درد مند میں کس طرح جاں گزیں تھا خود اُن کے الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ۱۹۲۰ء کا زمانہ تھا اور خلافت تحریک کی باتیں چل پڑی تھیں دیکھیے مولانا کس طرح ملّت کو بیداری کا درس دیتے ہیں اور کیسی بصیرت افروز باتیں کرتے ہیں:

"کارخانۂ عالم ایک تعلیم گاہ ہے اور حوادثِ یومیہ کا درس قانون قدرت کا زبردست مدرس ہر آن ہمیں دیا کرتا ہے جس نے صحیفہ ہستی کا مطالعہ کیا اور سمجھا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس سے کچھ بھی چشم پوشی کی اُس نے ناکامی کی ایسی ٹھوکر کھائی کہ قصر نیستی میں گر کر پھر نہ سنبھلا۔ یہ جابر زبردست مدرس کبھی اس کا خیال نہیں کرتا کہ گرا کون اور سنبھلا کون۔ اس کا درس ہمیشہ اُسی سرگرمی سے جاری رہتا ہے اور غافل، سُست، کاہل، تعیش پسند اور ناعاقبت اندیش جماعت فنا ہو جاتی ہے اور عاقل چُست محنتی مآل بیں طبقہ وجود میں آکر بقا کا لطف اُٹھاتا ہے۔ یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے جس میں نہ کسی بُرہان کی حاجت نہ دلیل کی ضرورت، مشاہدات یومیہ اس پر شاہد عدل ہیں۔ آؤ اب تھوڑی دیر کے لیے اس درس گاہ میں ہم جماعت اسلامیہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ آیا اُس استاد کے سبق سے بیداری اختیار کرتی ہے یا ایک خوش گوار فسانہ سمجھ کر اپنی نیند کا ذریعہ جانتی ہے۔ آہ! افسوس! یہاں تو عجیب وحشتناک سماں ہے۔ دیکھو دیکھو شرق سے تاغرب تمام جماعت اسلامیہ اس طرح پاؤں پھیلائے بے خبر سو رہی ہے کہ موت کی صدا بھی انہیں بیدار نہیں کرتی۔ انااللہ ثم انااللہ۔ مرتے جاتے ہیں مگر انہیں خبر نہیں، فنا ہوتے جاتے ہیں مگر آگاہی نہیں، نیست کیے جارہے ہیں مگر احساس و شعور نہیں۔ تمہیں حیرت ہو گی کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔ یہ تو اپنے استاد کے بڑے محبوب تلامذہ تھے۔ آج ان پر یہ چشم عتاب کیوں ہے؟ ان کا وجود تو تخلیق عالم کا نتیجہ و حاصل تھا! اُن کی ہستی دیگر اقوام کے لیے بُرھان و نمونہ تھی! ان سے مدرسہ عالم کی زینت اور دنیا کی رونق تھی! پھر یہ کیوں تباہ کیے جارہے ہیں؟ اس کا سچا و صحیح جواب یہ پاؤ گے کہ ایک مدت سے سبق سیکھنا اور استاد کی باتوں پر کان لگانا انہوں نے چھوڑ دیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا جو ہو رہا ہے جب سے مسلمانوں میں خودی پیدا ہوئی اور شاہانہ رنگ آیا، تقویٰ جو تمام محاسن اخلاق کی روح ہے کم ہو گیا اُسی وقت سے بے توجہی بھی ہو گی۔ اِدھر زمانے سے سبق لینا انہوں نے کم کیا اُدھر استاد نے آہستہ آہستہ انہیں مراتب عالیہ سے گرانا شروع کر دیا۔ گو ایک مدت تک اُن کی پستی بھی دوسروں کی بلندی سے بلند ہی رہی مگر تابہ کے؟"[۱۱]

مولانا سلیمان اشرف ملّت کی مرحلہ وار تحریک آزادی و بیداری کے قائل تھے چنانچہ اُن کا کہنا تھا: "جس قوم کے پاس نہ دولت ہو نہ اخلاق نہ علم ہو نہ تدیّن ایسی گری ہوئی مردہ قوم کے سامنے وہ پیش کرنا جو کسی زندہ قوم کے لیے سزاوار تھا خیر خواہی نہیں بلکہ بدخواہی ہے۔"[۱۲] مگر جب ملکی سطح پر تحریک آزادی کا مسئلہ جنگ آزادی کے مرحلوں سے بہت قریب آگیا اور مسلم لیگ و کانگریس کے حلقہ اثر کی باتیں سامنے آئیں تو لامحالہ اس صورت حال کے نتائج کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہو گیا۔ آزادی وطن کے لیے کون سا سیاسی موقف اپنایا جائے اور مستقبل کے آزاد ملک میں مسلمانوں کے وقار کی بحالی کے لیے کون سا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟ دو ایسے سوالات تھے جن کا سیاسی سوجھ بوجھ کے ساتھ حل پیش کرنا ازبس ضروری تھا۔ مولانا نے ان دونوں سوالوں کا حل اپنے مخصوص سیاسی زاویۂ فکر کی روشنی میں پیش کیا۔ ہندو اور مسلم قومیت کے واضح نقوش و خطوط متعین کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

"اتحاد امر خارج میں ہونا چاہیے۔ ذاتیات میں نہ اتحاد ہو سکتا ہے نہ ہونا چاہیے اور نہ ایسا اتحاد مفید ہے مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کا فرق اٹھا دینا اپنی ہستی پر اپنے ہاتھوں تیر چلانا ہے۔ اگر اس شعبہ میں جس کا نفع و نقصان دونوں قوموں کے حق میں مساوی ہے اور جسے مابہ الاشتراک سے تعبیر کیا جا سکتا ہے متفق نہ ہونا کوئی غلطی ہے تو اُس حصّہ میں جو ایک قوم کو قوم بناتی ہے اتحاد کی کوشش قومیت کا نیست و نابود کرنا ہے اشتراک و امتیاز کی سرحدوں کو نمایاں رکھنا اپنی قومی ہستی کو قائم و باقی رکھنا ہے۔ اس لحاظ کے ساتھ جو بنیاد اتفاق کی ڈالی جائے گی وہ بہت زیادہ مستحکم و استوار ہو گی۔" "فرض کیجیے کہ ایک مکان ہے جس کے دو حقیقی بھائی وارث ہیں۔ انہیں کی ملکیت ہے اُنہیں کا اُس میں رہنا بسنا ہے۔ ایک بھائی

طبیب ہے دوسرا وکیل۔ ہر روز جب کہ صبح ہوتی ہے طبیب اپنے مطب میں بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتا ہے امراض کے نسخے لکھتا ہے دوسرا بھائی اُس مکان سے دوسرے حصّے میں بیٹھا ہوا اپنے فن کی خدمت میں مصروفِ عمل ہے۔ متخاصمین کے کاغذات دیکھتا ہے دعوے اور ثبوت پر نظر کرتا ہے قانون کے دفعات کی تطبیق کرتا ہے۔ اگرچہ علم و فن اور طریق کسب دونوں کے غیر ہیں لیکن ادائے حقوق برادرانہ میں کوئی فروگزاشت ہونے نہیں پاتی۔ اب بھائیوں میں مشورہ ہوتا ہے کہ جب ماں باپ ہم دونوں کے ایک ہیں، ہم دونوں کا خاندان اور سلسلۂ نسب و نسل ایک ہم دونوں کی سکونت کا مکان ایک، آسائش کی جگہ ایک، باوجود اس قدر امور مشترکہ اور متفقہ پھر یہ اختلاف پیشہ کیسا؟ ایک کے شغل فن سے دوسرا بے نیاز اور بے تعلق کیوں ہو۔ اس سے بوئے بے گانگی آتی ہے اور تخالُف کی بھنک پائی جاتی ہے۔ آئندہ سے ہم دونوں بلا تخصیص ایک دوسرے کے خصوصی پیشہ میں شریک رہیں۔ اس قرار داد کے بعد مریضوں کا نسخہ وکیل صاحب تحریر فرماتے ہیں اور اہل مقدمہ کی مرافعہ کی خبر گیری و پیشی حکیم صاحب کرتے ہیں۔ بھائیوں کے اس اتفاق و اتحاد سے جو حالت اُس مریض کی ہوگی اور جو نتیجہ اُس مقدمہ کا ہوگا وہ ظاہر ہے کیا یہ قرار داد مفاہمہ اُن کے اتحاد کو مضبوط بنائے گا یا اتفاق و اتحاد کی بنیاد متزلزل کردے گا۔ عقل کا اقتضاء یہ ہے کہ شکست و ریخت کی نگرانی، مکان کا استحکام، اُس کی وسعت و آرائش اسے میں دونوں بھائیوں کو شریک رہنا چاہیے ورنہ مکان تباہ ہوجائے گا ویرانی چھاجائے گی اگر کوئی دوسرا اُس پر دعویٰ کرے یا قبضہ کرنا چاہے تو انہیں قوت متفقہ سے مدافعت کرنا ضرور ہے ورنہ دونوں کی ملکیت جاتی رہے گی لیکن جب اُن کے خصوصی عمل کا وقت آئے تو اُس میں اگر ایک دوسرے کا مشیر ہو یا شریک بنا تو بھی یہ بھی تباہی ہے۔ یہی حال ملک ہندوستان اور قوم ہنود و قوم مسلم کا ہے۔ اس میں دونوں برابر کے شریک ہیں ایسے سارے معاملات میں جن کا ہند کی صلاح و فلاح سے تعلق ہے۔ اس میں دونوں کو متفق اللسان و ہم زبان ہونا چاہیے مدافعت آفات میں دونوں قوموں کے باز و بلا امتیاز قومیت ہمدردانہ و مساویانہ، معاضدت سے مساعی ہوں۔ لیکن خصوصیت مذہبی میں ایک کا دوسرے سے بالکل علیحدہ اور بے تعلق رہنا ہی اولیٰ ہے۔ مذہبی امور میں ہندو مسلم کے مشیر اور شریک نہ ہوں۔ نہ ہنود کے مذہب میں مسلمان دخل دیں۔ اگر اس میں بھی اتحاد کی کوشش ہوئی وہی نتیجہ سامنے آئے گا جو وکیل کی نسخہ نویسی سے مریض کو اٹھانا پڑا [۱۳]۔ فدائیانِ وطن مسلم ہنود کے اتفاق و اتحاد کا مقصد تو یہ تھا کہ مطالبہ پیش کریں اور دونوں ہاتھ ایک بن کر انتظامات میں شریک ہوں۔ اس اتفاق کا یہ مطلب تو ہرگز نہ تھا اور نہ ہونا چاہیے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں [۱۴]۔

مستقبل کا لائحہ عمل تیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایسے دردمند مسلمان جنہیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمانوں کو من حیثیت قوم مسلم اُسی وقت ترقی نصیب ہوگی جب کہ اُن میں حقیقی معیار قومی پر تعلیم کا اجراء ہوگا۔ یہ موقع ایک لمحہ تغافل کا بھی متحمل نہیں۔ ضرورت ہے کہ جلد سے جلد تر باہمی مشورے سے تعلیم گاہوں کا ایک نصب العین قرار دیا جائے۔''[۱۵]

بحثیت مجموعی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا سلیمان اشرف کے سیاسی شعور سے فکر و آگہی کی بالغ نظری کا پتہ چلتا ہے اُن کے سیاسی افکار آج بھی ملک میں پیش آمدہ حالات کے پس منظر میں یقیناً اپنی افادیت اور مناسبت رکھتے ہیں اور ہمارے لیے رہنمائی کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

حوالہ جات

۱۔ النّور: مولانا سید سلیمان اشرف، ص ۲۳۰، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء

۲۔ ایضاً، ۲۳۱۔

۳۔ النّور: مولانا سید سلیمان اشرف، ص ۲۲۸، ۲۲۹۔

۴۔ البلاغ: مولانا سید سلیمان اشرف، ص ۱۶۔

۵۔ ایضاً، ص ۲۴، ۲۵۔

۶۔ گنج ہائے گرانمایہ: رشید احمد صدیقی، ص ۳۲، ۳۳۔

۷۔ پروفیسر علامّہ سید سلیمان اشرف: پروفیسر الحاج محمد زبیر معارف رضا، ص ۱۷۸۔۱۷۹، کراچی ۱۹۸۷ء۔

۸۔ العلم، سہ ماہی رسالہ، اپریل جون ۱۹۷۴ء۔

۹۔ مولانا سلیمان اشرف، علامّہ نور محمد قادری معارف رضا، ص ۱۸۵، کراچی، ۱۹۸۷ء۔

۱۰۔ پروفیسر علامّہ سید سلیمان اشرف: پروفیسر محمد زبیر، معارف رضا، ص ۱۸۱، کراچی ۱۹۸۷ء۔

۱۱۔ البلاغ: مولانا سلیمان اشرف، ص ۲۔۳، مطبع احمدی علی گڑھ۔

۱۲۔ النور، ص ۲۰۱۔

۱۳۔ الرشاد: مولانا سلیمان اشرف، ص ۱۰۹، مطبوعہ علی گڑھ۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۸، ۱۵۔

۱۵۔ النور، ص ۳۰۲۔

ترتیب وپیشکش: **فرحان احمد قادری**

امام احمد رضا مرجع خواص و عوام تھے۔ آپ کے زمانے کے علماو مشائخ، والیانِ ریاست وجج صاحبان آپ کی طرف کثیر مسائل کے شرعی حل کیلئے رجوع کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ عام مسلمان بھی اپنے روز مرہ کے معاملات میں آپ سے شرعی احکام معلوم کرتے۔ اس ماہ سے معارف رضا میں ان فتاوی کو پیش کرنے کیلئے "جانیۓ" کے عنوان سے سلسلہ شروع کیا جارہاہے۔ اس ماہ کا انتخاب فتاویٰ رضویہ کی جدید جلد ۲۳ سے ماخوذ ہے۔ بطور حوالہ متعلقہ صفحہ نمبر (قوسین) میں درج کر دیا گیاہے۔ عبید

عصر کے روزے کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟
اگر نہیں تو اس پر ثواب سمجھ کر عمل کرنا

حدیث فقہ میں اس کی اصل نہیں معمولات بعض مشائخ سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں انسان جتنی دیر شہوات نفسی سے بچے بہتر ہے۔(ص ۱۰۵)

طاق شہید، طاق پرستی کا شرع شریف میں حکم

یہ سب رسوم جہالت وحماقت وممنوعات بیہودہ ہیں مگر بت پرستی میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے یہ جہال پرستش بمعنی حقیقی نہیں کرتے کہ کافر ہو جائیں گے ہاں گنہ گار ومبتدع ہیں ۔(ص ۲۶۴)

اکثر لوگ ۱۳، ۳یا۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ وغیرہ تواریخ کو شادی نہیں کرتے،
اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا

یہ سب باطل وبے اصل ہیں۔(ص ۲۷۲)

یہ مثال کہ بہن کے گھر بھائی کتا اور خوشدامن کے گھر داماد کتا،
آیا ازروئے شریعت بہن کے گھر بھائی اور خوشدامن کے گھر داماد کا
رہنا جائز ہے یا نہیں؟

رسم مردود ہنود یہ ہے بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا برا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے۔ یہ رسم ضرور ناپاک ومردود ہے۔ مولی سبحانہ وتعالٰی قرآن کریم میں فرماتاہے: لیس علی الاعلی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم اوبیوت اٰبائکم اوبیوت امھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خالتکم او ماملکتم مفاتحہ اوصدیقکم(سورت ۲۴، آیت ۶۱) ترجمہ: نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر نہ بیمار پر نہ آپ تم پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا بھائیوں کے گھر یا بہنوں کے گھر یا چچا کے گھر یا پھوپی کے گھر یا ماموں کے گھر یا خالہ کے گھر یا جس کی کنجیاں تمھارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا داخل ہے یوں ہی بشرط رضا وعدم بار چند وقت کا خصوصاً جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدت ملنے کو جائے جب تک یہ نہ جانے کہ ان پر بار وناگوار نہ ہو گا جہاں تک ایسے تعلقات میں ایسے بُعد سے اتنے دنوں بعد مہمان داری معروف ہے بلا شبہہ رہ سکتاہے ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور ناگوار ہونا، جائز اور وہ کھانا بھی ناجائز اگرچہ ماں باپ ہی کا گھر ہو، ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہو مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے ناگوار ہو کہ اس کے مال میں اتنا ان کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں یہ سب عارضی طور پر رہنے میں کلام تھا اب جو لوگ معیوب جانتے ہوں ان کا زعم بالکل مردود واتباع کفار ہنود ہے۔ رہا دوسرے کے یہاں سکونت اختیار کرنا یہ سوا محتاج ماں باپ کے کسی کے گھر بے اس کی رضا کے اصلاً حلال نہیں اگرچہ بھائی یا باپ کے یہاں ہو اگرچہ فقط سکونت ہو کھائے اپنا مگر وہ کسب سے عاجز و محتاج جس کا نفقہ شرع نے اس صاحب مکان پر واجب کیا یہ رہ سکے گا اور کھانا بھی اسی کے سر کھائے گا اسے گوارہ ہو خواہ ناگوار، بھائی ہو یا بہن، ساس اس میں داخل نہیں کہ اس کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں عاجز محتاج کا نفقہ جس پر شرعاً لازم ہے اگر نہ وہ اس کی اولاد میں ہے نہ یہ اس کی اولاد میں تو بے اس کی رضا کے جبراً اس کا بار اس پر ڈالنا بحکم حاکم ہو گا خود یہ اس کا اختیار نہیں رکھتا۔

حکم شرع یہ ہے اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل ہے۔ ظاہراً یہ تخصیص اس خیال سے ہو کہ بہن کا اپنا گھر اور مال غالباً نہیں ہوتا بلکہ اس کے شوہر کا اور وہ اگر ناگواری نہ ظاہر کرے تو غالبا مروت اور اپنی زوجہ کی رعایت سے اور ساس جو کچھ کرے گی اپنی بیٹی کے دباؤ سے اور یہ جائز نہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے اگرچہ ناگواری ظاہر نہ ہو کہ ظاہر ناگواری ہے اور بہن فقط مثال ہے بیٹی بھتیجی بھانجی کا بھی یہی حال ہے جبکہ مال و مکان ان کے شوہروں کا ہو شرعاً بھائی بھتیجے بھانجے کا بھی یہی حاکم ہے جبکہ مروت و خاطر مع ناگواری باطن ہو مگر یہاں مروت خود اس کی ذات کے باعث ہے اور وہاں دی ہوئی بیٹی کے ذریعہ سے لہٰذا اسے زیادہ معیوب سمجھا۔(ص ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴)

نفسِ حروف کا ادب

ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابل ادب ہیں اگرچہ جدا جدا لکھے ہوں۔ جیسے تختی یا وصلی پر خواہ ان میں کوئی برا نام لکھا ہو جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہما، تاہم حرفوں کی تعظیم کی جائے اگرچہ ان کافروں کا نام لائق اہانت و تذلیل ہے۔ کسی صندوق یا المماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر کپڑے نہ رکھے۔ حروف تہجی خود کلام اللہ ہیں کہ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے۔(ص ۳۳۶،۳۳۷)

شروع میں بسم اللہ لکھنے سے کلام الناس ہو جاتی ہے یا کلام اللہ؟

بسم اللہ کہ شروع پر لکھتے ہیں غالباً اس سے تبرک وافتتاح تحریر مراد ہوتا ہے۔ نہ کتابتِ آیاتِ قرآنیہ، اور ایسی جگہ تغییر قصد سے تغییر حکم ہو جاتا ہے ولہٰذا جنب (ناپاک) کو آیات دعا و ثنا نہ نیتِ قرآن بلکہ بہ نیتِ ذکر و دعا پڑھنا جائز ہے۔(ص ۳۳۷)

راستے میں چلتے ہوئے قرآنِ مجید پڑھنا

راستے میں قرآن شریف کی تلاوت دو شرط سے جائز ہے: ایک یہ کہ وہاں کوئی نجاست نہ ہو، دوسرے یہ کہ راہ چلنا اسے قرآن عظیم پڑھنے سے غافل نہ کرے جہاں نجاست یا بدبو ہو وہاں خاموش رہے جب وہ جگہ نکل جائے پھر پڑھے۔(ص ۳۷۵)

جوتے مسجد کے اندر رکھنا

جوتے جن میں نجاست نہ ہو اگر کسی گوشہ میں رکھ دیے جائیں یا اپنے پاؤں کے سامنے تو حرج نہیں مگر سجدہ کے سامنے نہ ہو کہ نمازی کی طرف رحمتِ الٰہی متوجہ ہوتی ہے، نہ دہنی طرف کہ ادھر ملائکہ ہیں نہ بائیں طرف کہ دوسرے کے دہنی طرف ہوں گے، ہاں اگر یہ کنارہ پر کھڑا ہے کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہیں اور دیوار کے ساتھ متصل ہے کہ کسی کے آنے کا بھی احتمال نہیں تو رکھ سکتا ہے۔(ص ۳۸۳)

بی بی سے ہم بستری کس طرح سنّت ہے؟

جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں تین نیتوں سے: (۱) طلب ولد صالح کہ توحید و رسالت کی شہید (گواہی) دے تکثیرِ امّتِ مصطفیٰ ﷺ (۲) عورت کا ادائے حق اور اسے پریشان خاطری و پریشان نظری سے بچانا، (۳) یادِ الٰہی واعمال صالحہ کے لیے اپنے قلب کا اس تشویش سے فارغ کرنا یوں کہ نہ اپنی برہنگی ہو نہ عورت کی کہ حدیث میں فرمایا: ولا یتجردان تجرد العیر۔ دونوں گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں (ہمبستری کے وقت)۔ (کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن ابی قلابہ)

اور اس وقت نہ روبقبلہ ہو نہ پشت بقبلہ، عورت چت ہو اور یہ اکڑوں بیٹھے اور بوس و کنار و مساعی و ملاعبت سے شروع کرے۔ جب اسے بھی متوجہ پائے بسم اللہ الرحمن الرحیم جنّبنا الشیطن و جنّب الشیطان مارزقتنا (اللہ تعالیٰ کے نام سے ابتدا جو بے حد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ اے اللہ ہمیں شیطان کے وار سے بچا اور جو کچھ تو نے ہمیں عطا فرمایا اس میں شیطان کو ہم سے دور رکھ۔ (کنز العمال) کہہ کر آغاز کرے اور اس وقت کلام اور فرج پر نظر نہ کرے۔ بعد فراغ فوراً جدا نہ ہو یہاں تک کہ عورت کی بھی حاجت پوری ہو، حدیث میں اس کا بھی حکم ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار درودیں ان پر جنھوں نے ہم کو ہر باب میں تعلیمِ خیر دی اور ہماری کشتیِ حاجتِ دینی و دنیوی کو مہمل نہ چھوڑا، ﷺ۔(ص ۳۸۵، ۳۸۶)

دن میں بی بی سے ہم بستر ہونا کیسا ہے؟

جائز ہے۔(ص ۳۸۶)

لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر حرف صؐ اس طرح لکھنا

حرف صؐ لکھنا جائز نہیں نہ لوگوں کے نام پر نہ ﷺ کے اسم کریم پر، لوگوں کے نام پر تو یوں نہیں کہ وہ اشارہ دُرود کا ہے اور غیر انبیا و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں اور نامِ اقدس پر یوں نہیں کہ وہاں پورے درود شریف کا حکم ہے صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم لکھے فقط ؐ یا صلم یا صلعم جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع وممنوع ہے یہاں تک کہ تاتارخانیہ میں اس کو تخفیفِ شانِ اقدس ٹھہرایا والعیاذ باللہ تعالٰی۔(ص۳۸۷،۳۸۸)

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہیے؟

بلاضرورت سفر میں زیادہ رہنا کسی کو نہ چاہئے، حدیث میں حکم فرمایا ہے کہ جب کام ہوچکے سفر سے جلد واپس آؤ اور جو وطن میں زوجہ چھوڑ آیا ہو، اسے حکم ہے کہ جہاں تک بن پڑے چار ماہ کے اندر اندر واپس آئے بذلک امر امیر المومنین الفاروق الاعظم علیہ الرضوان (مومنوں کے حکمران، حق اور باطل میں سب سے بڑے فرق کرنے والے حضرت عمر نے مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا تھا انھیں اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل ہو۔(ص۳۸۸)

اوراد ووظائف مقررہ کو اتفاقیہ بلاوضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

وظائف جو احادیث میں ارشاد ہوئے یا مشائخ کرام نے بطور ذکرِ الٰہی بتائے انھیں بلاوضو بھی پڑھ سکتے ہیں اور باوضو بہتر، ان میں حسبِ حاجت بات بھی کر سکتا ہے یعنی نیک بات مگر وہ وظیفہ جس میں عدم کلام کی شرط فرمادی ہے جیسے صبح وعصر کی نماز کے بعد بغیر پاؤں بدلے بغیر بات کیے دس بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد بیدك الخیر یحی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر پڑھنا اس میں بات نہ کی جائے۔ اور ذاکر پر سلام کرنا مطلقاً منع ہے اور اگر کوئی کرے تو ذاکر کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے۔ ہاں اگر کسی کے سلام یا جائز کلام کا جواب نہ دینا اس کی دل شکنی کا موجب ہو تو جواب دے کہ مسلمان کی دلداری وظیفہ میں بات نہ کرنے سے اہم واعظم ہے۔ یہ وظائف اگر وقت خاص سے مختص ہیں اور وہ وقت نکل گیا تو ان کی قضا نہیں ورنہ دوسرے وقت پڑھ لیے جائیں کہ ثواب ملے اور عادت نہ چھوٹے، یہ احکام وظائف واذکار کے تھے۔ رہے اعمال کہ ارباب عزائم مقرر کرتے ہیں ان کی زکوٰۃ میں تو روزانہ غسل شرط ہے وہ بھی غسل پاک یعنی بحالت طہارت نہانا، یہاں تک کہ اگر نہانے کی حاجت ہو جائے تو غسل جنابت کر کے دوبارہ پھر نہائے اور ان کے وِرد میں کہ عمل بجا رہنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے وضو شرط ہے بلاوضو نہیں پڑھ سکتا نہ ان کی زکوٰۃ یا وِرد میں ہرگز بات کر سکتا ہے مگر جو بات شرعاً فی الحال فرض ہو اس کے لئے بمجبوری قطعِ قراءت لازم، مثل یہ عمل پڑھ رہا ہے اور ماں باپ نے آواز دی جواب دینا فرض ہے۔ یا کسی کافر نے کہا مجھے مسلمان کر لے قطعِ عمل فرض ہے یہاں تک کہ جو مسلمان ہونا مانگے اس کے لئے تو فرض نماز کی نیت فوراً توڑ دینی واجب ہے یا کوئی مسلمان کنویں میں گرا جاتا ہے کسی لکڑی یا اینٹ سے رکا ہوا ہے اگر دیر کی جائے گی گر پڑے گا اور وہ آواز دے یا یہ دیکھے اور بچانا اس پر متعین ہو تو فرض ہے کہ عمل بلکہ فرض نماز قطع کرے اور اسے بچائے وقس علیہ (اور اسی پر قیاس کرلو) مگر ان سب صورتوں میں جتنا پڑھ لیا تھا محسوب (شمار) نہ ہوگا بلکہ از سرنو پڑھے اعمال میں قضا بھی نہیں اگر وسط زکوٰۃ میں کئی دن ناغہ ہو گیا تو زکوٰۃ نہ ہوئی پھر ادا کرے اور کسی دن کا وِرد ناغہ ہونے کو ہو تو اس کی نیت سے اس دن ایک بار سورۂ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی پڑھ لے وہ ناغہ نہ گنا جائے گا نہ اس کی قضا ہوگی اور اگر یہ بھی نہ کیا تو عمل ہاتھ سے نکل جائے گا پھر زکوٰۃ دے غرض ارباب عزائم کے یہاں ہر طرح تشدد ہے اور اللہ ورسول کے یہاں تیسیر، وللہ الحمد جل جلالہ ﷺ۔(ص۳۹۹،۴۰۰)

اردو اخبار ردّی میں فروخت کرنا

جبکہ ان میں آیت یا حدیث یا اسمائے معظمہ یا مسائل فقہ ہوں تو جائز نہیں ورنہ حرج نہیں ان اوراق کو دیکھ کر اشیائے مذکورہ ان سے علیحدہ کرلیں پھر بیچ سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے: کسی چیز کو کسی ایسے کاغذ میں لپیٹنا کہ جس میں علم فقہ کے مسائل لکھے ہوں جائز نہیں، اور کلام میں بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ البتہ علمِ طب کی کتابوں میں ایسا کرنا جائز ہے یا اگر اس میں اللہ تعالٰی کا مقدس نام یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ گرامی تحریر ہو تو اسے مٹا دینا جائز ہے تاکہ اس میں کوئی چیز لپیٹی جاسکے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔(ص۴۰۱،۴۰۰)

مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا

جو مسجد میں غل مچادیتے ہیں نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے اپنے لئے خواہ دوسرے کے لئے۔ حدیث میں ہے: مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آواز سے بچاؤ (سنن ابن ماجہ)۔ حدیث میں ہے: جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لئے پل بنالیا (جامع الترمذی)۔ اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول ﷺ

فرماتے ہیں: جو کسی کو مسجد میں اپنی گم چیز دریافت کرتے سنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے۔ مسجدیں اس لئے نہیں بنی (صحیح مسلم)۔ جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلا ضرورت بطور پیشہ کے خود ہی حرام ہے۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے ولہٰذا ائمۂ دین نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے، وہ ستر ۷۰ پیسے راہِ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں اور دوسرے محتاج کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل شور ہو، نہ گردن پھلانگنا، نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلا شبہہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ (ص ۴۰۲،۴۰۱)

آیاتِ قرآنی، اس کے علاوہ اور مضمون کے کارڈ، صفحات پر لکھا ہوتا ہے؟ ۹ یا ۱۱ مرتبہ لکھ کر مختلف لوگوں کو تقسیم کرو ورنہ نقصان ہوگا۔ اس بارے میں حکم

یہ محض بے اصل بات ہے۔ اس پر عمل نہ کیجیے ناحق تضییع مال ہے اور وہ دھمکی غلط باطل ہے، (ص ۴۰۴)

وظائف و اعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں

(۱) حُسنِ اعتقاد: دل میں دغدغہ نہ ہو کہ دیکھیے اثر ہوتا ہے یا نہیں، بلکہ اللہ عزّوجل کے کرم پر پورا بھروسا ہو کہ ضرور اجابت فرمائے گا۔ حدیث میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے اس حال پر دعا کرو کہ تمہیں اجابت کا یقین ہو (جامع الترمذی)۔

(۲) صبر و تحمل: دن گزریں تو گھبرائیں نہیں کہ اتنے دن پڑھتے گزرے ابھی کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔ یوں اجابت بند کر دی جاتی ہے بلکہ لپٹا رہے اور لو لگائے رہے کہ اب اللہ و رسول اپنا فضل کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ولوانھم رضوا ما اٰتاھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون۔ کیا خوب ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دینے پر راضی ہو جاتے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں عطا فرماتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ کی طرف لَو لگائے ہیں (سورت ۹، آیت ۵۹) حدیث میں ہے: تمہاری دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی اور اب تک قبول نہ ہوئی (صحیح مسلم)۔

(۳) میرے یہاں کی جملہ اجازات و وظائف و اعمال و تعویذات میں شرط ہے کہ نمازِ پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی کامل پابندی رہے وباللہ التوفیق۔ (ص ۵۵۸)

عورتوں کا ناک چھیدنا، کان چھیدنا

عورتوں کو نتھ کے لیے ناک چھیدنا جائز ہے جس طرح بالوں، بالیوں، کان کے گہنوں کے لیے کان چھیدنا۔ یہ صرف ایک امر مباح ہے۔ فرض، واجب، سنت اصلاً نہیں۔ ہاں جو مباح بہ نیتِ محمودہ کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے۔ جیسے مسی لگانی کہ عورت کو مباح ہے اور اگر شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب کہ یہ نیت شرعاً محمود ہے اور جب کہ یہ امر خود زیور ہائے گوش کے لئے کان چھیدنے سے کہ خاص زمانہ اقدس حضور پر نور سید المرسلین ﷺ میں رائج تھا اور حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے جائز مقرر رکھا۔ (ص ۴۸۳،۴۸۲)

مردوں کے لئے مہندی کا شوقیہ استعمال

ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے اور سر اور داڑھی میں مستحب۔ (ص ۴۹۰)

کافر اصلی کے ہاں نوکری کرنا

کافر اصلی غیر مرتد کی وہ نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور کسی دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس کے لئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا بھی منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جا سکتا، ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب باتیں مطلقاً منع ہیں اور کافر اُس وقت بھی نہ ہو گا مگر یہ کہ اُس کے مذہب و عقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا، بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت عظیم گناہ ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ (ص ۵۹۱)

رشوت کی تعریف اور اسکا حکم

رشوت لینا مطلقاً حرام ہے۔ کسی حالت میں جائز نہیں جو پرایا حق دبانے کے لئے دیا جائے رشوت ہے یوہیں جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اُوپر سے دفع ظلم کے لئے جو کچھ دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔ (ص ۵۹۷)

پروفیسر دلاور خاں

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی روزاول سے کوشش رہی ہے کہ امام احمد رضا پر اکیڈمک ریسرچ کو فروغ دیا جائے۔ گذشتہ سالوں میں ''رضاہائر ایجو کیشن پروجیکٹ'' کے عنوان سے ایک مستقل سلسلہ شروع کیا گیا تھا جس کے تحت متعدد خطے اعلیٰ تحقیق کے لیے پیش کیے گئے۔ یہ سلسلہ اس ماہ سے دوبارہ شروع کیا جارہاہے۔ عبید

تعلیقاتِ رضا علیٰ سنن ابن ماجہ

مقدمہ

باب اوّل: تعارف تعلیقات

فصل اوّل: حاشیہ کا مختصر تعارف — فصل دوم: شرح کا مختصر تعارف
فصل سوم: تعلیقات کا مختصر تعارف

باب دوم: تعارف صاحب تعلیقات

فصل اوّل: مختصر سوانح اور علمی خدمات — فصل دوم: علم حدیث سے متعلق خدمات
فصل سوم: تعلیماتِ رضا کی خصوصیات

باب سوم: تعارف تعلیماتِ رضا

فصل اوّل: تفسیر — فصل دوم: حدیث
فصل سوم: فقہ — فصل چہارم: دیگر علوم وفنون

باب چہارم: تعارف سنن ابن ماجہ

فصل اوّل: مصنف کا تعارف — فصل دوم: کتاب کا تعارف
فصل سوم: کتاب کی خصوصیات ہشروحات وحواشی

باب پنجم: تعلیقاتِ رضا علیٰ سنن ابن ماجہ

فصل اوّل: اصل عربی عبارت — فصل دوم: اردو ترجمہ

باب ششم:

فصل اوّل: محاسن — فصل دوم: مسائل
فصل سوم: فہرست ماخذ — فصل چہارم: فہرست شخصیات
فصل پنجم: فہرست اماکن

خلاصہ محاصل، سفارشات، کتابیات، مجوزہ ماخذ

ا۔ علامہ شمس بریلوی، امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد اوّل، کراچی: ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل، ۱۹۸۲ء۔
۲۔ امام احمد رضا، تعلیقاتِ رضا علیٰ سنن ابن ماجہ، مخطوطہ مخرونہ لائبریری ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل، کراچی۔
۳۔ امام ابن ماجہ، سنن ابن جامہ۔

ترجمۃ الفتویٰ سالبۃ الاھواء (۱۳۱۷ھ)
ترجمہ فتوی المدینۃ المنورۃ بدک ندوۃ مزوّرۃ (۱۳۱۷ھ)

امام احمد رضا محدث بریلوی

ماہنامہ معارفِ رضا میں "اعترافات مشاہیر" کے عنوان سے ایک مستقل سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس کے تحت مشہور و نامور افراد کے امام احمد رضا کی حیات و خدمات پر تاثرات کو پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ابتداء امام احمد رضا کی تحریک ندوہ سے متعلق کتاب پر علمائے مکہ مکرمہ کے تاثرات سے گذشتہ شمارے میں کی گئی۔ اس ماہ علمائے مدینہ منورہ کی تحریریں و تاثرات پیش کیے جارہے ہیں۔ امام احمد رضا نے علمائے مدینہ کی ان تحریروں کو "فتوی المدینۃ بدک ندوۃ مزورۃ" (۱۳۱۷ھ) کے نام سے مرتب اور بعد ازاں اس کا اردو ترجمہ "ترجمۃ الفتویٰ سالبۃ الاھواء" (۱۳۱۷ھ) کے نام سے کیا۔ یہ اردو ترجمہ اس ماہ پیش کیا جارہا ہے۔ یہ تصنیف فتاویٰ رضویہ میں شامل نہیں ہے۔ عبید

اس مسئلے میں آپ علما کیا فرماتے ہیں آپ کا فضل ہمیشہ رہے اور ہمیں آپ کے علوم سے نفع ملے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بعض ہندی مولویوں نے جلسۂ ندوۃ العلما قرار دیا ہے، جس میں وہابیہ اور لامذہب اور رافضیوں اور نیچریوں کی شرکت ہے۔ یہ نیچری لوگ سید احمد ہندی کے پیرو ہیں جو پیروان مولوی نذیر حسین سے ہے جو اپنے تابعین کے ساتھ مکہ معظمہ میں قید ہوا تھا اور جب تک اپنے اعتقادِ فاسد سے توبہ نہ کی اور تحریر نہ کردی رہائی نہ پائی اور اب وہ اپنے اسی پہلے عقیدے پر ہیں وہ زبانی قلمی توبہ فقط دستِ حکام سے چھوٹنے کو تھی وہ لوگ اب اس قید ہونے ہی سے منکر ہیں۔ کہتے ہیں یہ محض جھوٹ ہے ہماری تو وہاں بہت آؤ بھگت ہوئی اور لوگوں نے ہمارے ہاتھ پر توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے عدل سے انہیں اس مکر نے کا بدلا دے۔ سید احمد ہندی مذکور کی باتوں سے یہ ہے کہ قرآن اس انجیل موجود کے موافق ہے۔ ان میں باہم کچھ خلاف نہیں پھر اس نے اپنے مکر سے وہ کام کیا کہ ہندوستان میں بہت لوگوں نے قرآن و حدیث پر عمل چھوڑ دیا مگر جس قدر موافقِ عقل ہو اس شخص نے قرآنِ مجید کی ایک تفسیر بنائی اور اس میں مفسرینِ معتبرین کا خلاف کیا اور کہا میں جمیع علمائے معتبرین کی غلطیاں نکالتا ہوں اور حق اپنے سورج سے جان لیتا ہوں۔ پس اس نے اپنی تفسیر میں فرضیتِ روزۂ رمضان و حج بیت اللہ و وجودِ ملائکہ و وجودِ جنت و نار سب کا انکار کر دیا اور اس میں لکھا کہ نماز میں قبلے کی طرف منہ کرنا بت پرستی کے مشابہ ہے اور امیروں کے لیے سود کی حلّت کا فتویٰ دیا اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا منکر ہوا اور

عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بن باپ پیدا ہونے کو جھٹلایا اور انہیں یوسف نامی ایک بڑھئی کا بیٹا بتایا اور بہت باتیں خلافِ شرع ظاہر کیں۔ مثلاً بے ذبح کیے جانور کا گوشت کھانا وغیرہ وغیرہ جس کی شرح دراز ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے عدل سے بدلا دے اور باوصف اس کے وہ اور اس کا گروہ اپنے آپ کو مسلمان کہے جاتے ہیں حالانکہ وہ ضروریاتِ دین کا انکار کرکے کافر ہوچکے اور خود بہکے اور بہت سے بہکائے اللہ کی پناہ ان سے اور اصل غرض اس جلسۂ مذکورہ سے یہ ہے کہ وہابیوں اور لامذہبوں اور رافضیوں اور نیچریوں کے ساتھ اہلِ سنّت میل کریں اور ان کے اقوال و تحریرات مخالفۂ مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت کا رد نہ کریں۔ یہاں تک کہ مولوی غلام حسنین رافضی نے اس جلسے میں علمائے اہلِ سنّت وجماعت کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خم غدیر میں مولیٰ علی کے سر پر خلافت کا عمامہ باندھا۔ علما اسی قرار داد کی بنا پر کہ ان کی بات رد نہ کیجائے خاموش ہورہے۔ پھر رافضیوں نے ایک رسالہ مسمّیٰ بہ "آئینۂ حق نما" چھاپا اور اس میں لکھا کہ شیخین کا ایمان پر مرنا اور ان کی خلافت کا حق ہونا ہمارے سامنے ثابت کردو کہ یہ باتیں شیعہ کے نزدیک ثابت نہیں اور اسی رسالے میں ذکر کیا کہ مولوی غلام حسنین شیعی نے جلسۂ کانپور میں سیکڑوں علمائے اہلِ سنّت وجماعت کے آگے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خم غدیر میں مولیٰ علی کے سر پر عمامۂ خلافت باندھا اور سنّیوں میں سے کسی نے دم نہ مارا نیز اسی رسالے میں یہ بھی لکھا کہ۔۔۔۔نے۔۔۔۔ کے شکم پر لات ماری کہ حمل ساقطِ ہوا اور بآوازِ بلند

چلا کر کہا کہ ان کا گھر جلادو اور دعویٰ کیا کہ یہ باتیں (معاذ اللہ) کتبِ اہلِ سنّت سے ثابت ہیں علیٰ ہذا القیاس اور خرافات باتیں اس رسالے میں لکھیں اور ان علمائے جلسۂ ندوۃ العلما کے تجویز کرنے والوں نے اس کے رد میں کچھ نہ لکھا بلکہ مولوی غلام حسنین کو دوسرے جلسہ میں پھر طلب کیا اور تاکید کی کہ کوئی شخص رافضیوں وغیرہ کسی کا اصلاً رد نہ کرے بلکہ مسائل اختلافیہ سے سوال بھی کیا جائے تو اس کا جواب نہ دے۔ آیا یہ جلسہ و اجتماع جب کہ اس ٹھکانے کا ہو خصوصاً جب کہ دشمنانِ دین کے ساتھ ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں فتویٰ دیجیے اور اللہ عزوجل سے آپ کے لیے اجر وثواب ہے۔

(۱) الجواب

سب خوبیوں سراہا اللہ تعالیٰ۔ میں اللہ مولیٰ کریم ذی الفضل سے ہر فعل و قول میں توفیق و مدد مانگتا ہوں فتنے کی جگہوں سے بچنا چاہیے اور ایسے میل جول سے اجتناب جو ممنوعات سے خالی نہ ہو گمراہان گمراہ گر کے ساتھ جیسے یہ لوگ جن کا حال سوال میں مذکور ہوا جب کہ وہ اسی طرز پر ہوں مگر اس غرض سے کہ ان کا رد کیا جائے ان کی باتیں ان کے فاسد عقیدے کتب اہلِ سنّت و جماعت کی نقلی وعقلی دلیلوں سے کھوٹے ثابت کیے جائیں جب کہ حالت یہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہدایت ہے اور اسی کی طرف سے نگہبانی وحمایت ہے۔ راقم عفو پروردگار قدیر کا فقیر عثمان بن عبد السلام داغستانی مفتی مدینہ منورہ حنفی عفی عنہ۔

(عبد السلام)

(۲)

الٰہی تیری پناہ اس سے کہ ہم بہکیں یا بہکائے جائیں وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور پچھلے دن کی امید کرتا اور اپنے جان ودین کی نجات چاہتا ہو کہ ایمان پر اس کا خاتمہ ہو اسے جائز نہیں کہ ایسوں کے پاس بیٹھے یا ان کی بات سے خصوصاً غیر علما کو کہ اپنے کار معاش میں مشغول ہیں وہ فرصت نہیں رکھتے جسے حق کے راستے بغور کامل پیدا کرنے میں صرف کریں۔ پاس بیٹھنا رنگ پکڑنے اور اس کا حال اس میں سرایت کر جانے کا سب سے نزدیک تر راستہ ہے ان لوگوں کا اگر یہ حال ہے جو مذکور ہوا تو یہی ہیں وہ جنہیں سید الہادین ﷺ نے اس حدیث میں مراد لیا: "دجال کے غیر کا مجھے تم پر زیادہ اندیشہ ہے۔" ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارا اور ہمارے بھائی مؤمنین کا ایمان محفوظ رکھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ فقیر بارگاہِ الٰہی محمد بن یوسف۔

(محمد بن یوسف)

(۳)

حضرت مفتی مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام مولانا عالم علّامہ فاضل فہامہ عثمان بن عبد السلام نے (کہ اللہ تعالیٰ ان کی ذات سے مخلوق کا نفع دائم رکھے) جو جواب دیا وہ ایسا ہی حق ہے جس پر اعتماد کیا جائے اور اس کی طرف رجوع واجب ہے اور اس کے مؤید ہے وہ حدیث جو مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آخر زمانے میں کچھ دجال کذاب ہوں گے تمہارے پاس وہ باتیں لائیں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنیں۔ تم ان سے دور رہنا اور انہیں اپنے سے دور کرنا کہیں وہ تمہیں بہکانہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔" علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری "شرح مشکوٰۃ شریف" میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں "یعنی اس امت کے آخر زمانے میں کچھ دجال ہوں گے یہ دجل بمعنی فریب دہی سے ماخوذ ہے، دجال بڑے مکار دھو کے باز کو کہتے ہیں۔ دجالوں اس کی جمع ہے یعنی بڑے فریبی مراد یہ کہ عنقریب ایک گروہ ہو گا کہ لوگوں سے کہے گا ہم مولوی اور پیر ہیں تمہیں دین کی طرف بلاتے ہیں اور وہ جھوٹے ہوں گے۔ حدیثیں وہ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں یعنی جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے باطل احکام اور فاسد عقیدے دل سے گھڑیں گے ان سے دور رہو اور انہیں دور کرو۔" اور حدیث بخاری و مسلم کہ نبی ﷺ نے فرمایا "ان سے پرہیز کرو۔" علامہ علی قاری شرح مذکور میں فرماتے ہیں "یعنی اے مسلمانو! ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے بات نہ کرو۔" اور حدیث ترمذی و ابو داؤد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے، ان کے علما نے منع کیا وہ باز نہ آئے۔ وہ علما ان کے پاس ان کے جلسوں میں بیٹھے ان کے ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں بعض کے دل بعض کی وجہ سے تباہ کیے (ابنِ ملک رحمۃ اللہ نے فرمایا ببعضٍ میں حرفِ با سببیت کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان معاصی نہ کرنے والوں کے دل ان معاصی والوں کی نحوست سے سیاہ کر دیے تو ان سب کے دل سخت اور قبول حق وخیر ورحمت سے برطرف ہو گئے بہ سبب گناہوں

اور باہم میل جول کے انتہیٰ اور یہ جو انہوں نے فرمایا کہ ان کے دل جنہوں نے معاصی نہ کیے تھے یہ معصیت نہ کرنا مطلقا نہیں اس لیے کہ وہ معاصی سے باز نہ آئے تو بلا اکراہ واجبار ان کے ساتھ کھانا پینا خود صریح معصیت ہے کہ اللہ کے بارے میں بغض رکھنے کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ ان سے دور ہوں انہیں چھوڑ دیں ان سے قطع کر دیں ان سے میل جول نہ کریں۔" ایسا ہی علامہ قاری نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ فرمایا: "تو اللہ تعالیٰ نے ان میل جول کرنے والوں پر داود و عیسیٰ بن مریم علیہم الصلاۃ والسلام کی زبان سے لعنت نازل فرمائی بدلہ ان کے گناہوں اور حد سے بڑھنے کا۔ راوی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے جب یہاں تک پہنچے سیدھے ہو کر بیٹھے اور فرمایا نہ (یعنی اے بنی اسرائیل کے بعد آنے والی یہ امت تم معذور نہ رکھے جاؤ گے یا عذاب سے نجات نہ پاؤ گے) قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہاں تک کہ انہیں خوب اچھی طرح جھکا لاؤ (یعنی اپنے زمانے کے اہلِ معاصی کو باز رکھو اور وہ باز نہ رہیں تو تم ان سے ملاپ بات چیت ساتھ کھانے پاس بیٹھنے سے باز رہو)۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے فرمایا کہ کوئی نہیں واللہ یا تو ضرور تم انہیں بھلائی کا حکم دو گے، ضرور انہیں برائی سے منع کرو گے اور ضرور ظالم کے ہاتھ پکڑ لو گے اور ضرور اسے حق پر مجبور کرو گے اور ضرور اسے حق پر محبوس و محصور کرو گے (یعنی یوں کہ جب وہ اگلی صورتیں نہ بن پڑیں تو سب اس سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ زمین با وصف اپنی اس وسعت کے ان پر تنگ ہو جائے کہ یہ باطنی قید ہر ظاہری قید سے سخت تر ہے) یا بے شک ضرور اللہ تعالیٰ تمہارے دل آپس میں ایک دوسرے پر مارے گا پھر تم پر اپنی لعنت اتارے گا۔ جیسے ان پر اتاری یعنی بنی اسرائیل پر ان کے کفر و معاصی کے سبب حاصل حدیث یہ کہ دونوں باتوں میں سے ایک بے شک ہو گی۔" انتہیٰ مع شرح مشکوٰۃ علامہ قاری نیز اس کے مؤید ہے حدیث ابو داؤد و احمد و حاکم امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "قدریوں کے پاس نہ بیٹھو" یعنی ان سے دوستی و محبت نہ کرو کہ پاس بیٹھنا اور اس کے مثل اور امور مثلاً ساتھ چلنا محبت کی علامتوں دوستی کے نشانوں سے ہیں تو مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس اس طرح نہ بیٹھو کہ انہیں تم سے انس حاصل ہو یا تم ان کی کچھ تعظیم کرو اس لیے کہ یا تو

وہ تمہیں اپنی بدمذہبی کی طرف بلائیں گے ان ملمّع کاری کی دلیلوں اور ظاہری آراستہ بندوں سے جو ان کے شیطان نے ان کے ذہن میں سنوار رکھی ہیں جن سے وہ بہ نظر سرسری علوم و معارف میں رسوخ نہ رکھنے والے کو اپنی طرف کھینچ لے جاتے ہیں یا یہ ہوگا کہ ان کی خرابی ان کی بداعمالی سے تم پر وہ نحوست پڑے گی جو تمہارے دلوں اور عملوں میں اثر کر جائے گی، اس لیے کہ غیروں کے پاس بیٹھنا انتہا درجے کی ہلاکت اور کمال بربادی کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے ایمان والوں خدا سے ڈرو اور سچوں کا ساتھ دو" اور حدیث میں مطلق ممانعت کے منافی نہیں کہ آیت نے دربارۂ منافقین ایک قید ذکر فرمائی جہاں ارشاد ہوا: "ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اور بات میں مشغول ہوں ورنہ تم بھی انہی کی مانند ہو" اور ایسا ہی ارشاد الٰہی عزوجل: "جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں خوض بے جا کرتے ہیں تو ان سے روگردانی کر یہاں تک کہ اور بات میں مشغول ہوں۔" کہ یہاں مطلق میل جول سے منع نہ فرمایا وجہ یہ کہ حدیث اس کے بارے میں ہے جو اپنے نفس پر ان کی طرف سے اطمینان رکھتا ہو اسے مطلقاً ان کے پاس بیٹھنا منع ہے اور آیت اس کے حق میں ہے جسے اطمینان ہو (کہ ان کی صحبتِ بد میرے دل پر اثر نہیں کر سکتی) اس پر کچھ تنگی نہ ہو گی ان کے پاس بیٹھنے میں جب کہ اس طور پر نہ ہو جس سے انہیں انس حاصل ہو یا یہ کہ ان کی تعظیم کرے اور یہ بھی جب جائز ہے کہ وہ اپنے کفر و بدعت میں نہ ہو یا ہوں تو یہ ان پر رد کرنے اور ان کی دلیلوں کو احمق بنانے کے لیے ان کے پاس جائے اور باوجود ان سب باتوں کے پھر بھی بہتری اسی میں ہے کہ ان سے دور رہے ان کے مباحثے سے بچنا ہی زیادہ لائق ہے (تتمۂ حدیثِ مذکور) "اور ان اسے مفاتحہ نہ کرو" یعنی انہیں کسی بات میں حکم نہ بناؤ کہ انہیں ہٹ دھرمی اور سینہ زوری آتی ہے اور کہا گیا انہیں ابتداء بہ سلام نہ کرو ان سے کلام شروع نہ کرو اور مظہر نے فرمایا ان سے مسئلۂ تقدیر میں مناظرہ نہ کرو کہ وہ تمہیں شک میں ڈال دیں گے اور تمہارے اعتقاد میں تشویش پیدا کر دیں گے۔ یعنی اگرچہ پاس نہ بیٹھو تو معطوف و معطوف علیہ یعنی مجالسہ و مفاتحہ دو جدا چیزیں ہیں اور بعض نے کہا عام پر خاص کا عطف ہے کہ پاس بیٹھنا ساتھ کھانے انس حاصل کرنے بات چیت کرنے وغیرہ سب کو شامل ہے

اور مسئلۂ تقدیر میں مناظرہ شروع کرنا اس سے خاص ہے۔ اسی طرح علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ فرمایا۔ "التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ" میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں کہ: "یاد آئے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو" لکھتے ہیں "کلامِ فقہاء سے ظاہر یہ ہے کہ حکم آیت باقی ہے اور ظالم لوگ بدمذہب وفاسق وکافر ہیں اور ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے" انتہیٰ۔ ابن جریر وابن المنذر نے ابووائل سے روایت کی کہ: "انہوں نے کہا آدمی مجلس میں اہلِ مجلس کے ہنسانے کو کوئی لفظ جھوٹ بک دیتا ہے اس کے سبب اللہ عزوجل ان سب مجلس والوں پر غضب فرماتا ہے۔ لوگوں نے اسے امام ابراہیم نخعی کے سامنے ذکر کیا فرمایا ابو وائل ٹھیک کہتے ہیں۔ کیا یہ قرآن میں نہیں ان کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اور بات میں مشغول ہوں۔" عبدبن حمید وابن ابی حاتم وابوالشیخ امام محمد بن سیرین سے راوی کہ "وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ آیت بدمذہبوں کے بارے میں اتری" عبدبن حمید وابن المنذر حضرت امام باقر سے راوی فرمایا: "بے شک بدمذہب ان لوگوں میں ہیں جو آیات خدا میں خوض بے جا کرتے ہیں۔" تفسیر امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے "امام ضحاک نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ اس آیت کے حکم میں ہر وہ شخص کہ دین میں نئی بات نکالے اور ہر بدمذہب تا قیامِ قیامت داخل ہے" ایسا ہی "تفسیر خطیب" وغیرہ میں ہے۔ نیز اس کے مؤید ہے حدیث خطیب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کسی بدمذہب سے اسے دشمن ٹھہرا کر منہ پھیرے اللہ تعالیٰ اس کا دل امان وایمان سے بھر دے اور جو کسی بدمذہب کو جھڑکے اللہ تعالیٰ اسے اس بڑی گھبراہٹ کے دن امان دے اور جو کسی بدمذہب کی تذلیل کرے اللہ تعالیٰ جنّت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے اور کسی بدمذہب پر سلام کرے یا اس سے خوشی کے ساتھ ملے یا اس کے سامنے ایسی بات کرے جس سے اس کا دل خوش ہو اس نے ہلکی جانی وہ چیز جو اتاری گئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔" حدیث دیلمی میں بروایتِ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے: "بے شک اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کا نہ روزہ قبول فرمائے نہ نماز نہ زکوٰۃ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ نفل نہ فرض۔ بدمذہب اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے شکار سے تیر یا آٹے سے بال۔" "تبیین المحارم" علامہ ملاسنان واعظ حرمِ محترم مکہ میں ہے: "اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے ہلاک کروں گا۔ عرض کی الٰہی بُرے تو برے ہیں اچھے کیوں ہلاک کیے جائیں گے فرمایا اس لیے کہ جن پر میرا غضب تھا انہوں نے ان پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھایا پیا"" انتہیٰ "اسی طرح روایت کیا ابن ابی الدنیا وابوالشیخ نے ابراہیم بن عمرو صنعانی سے" نیز اسی میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک بستی پر عذاب اترا اس میں اٹھارہ ہزار وہ تھے جن کے عمل نہایت اعلیٰ درجے کے تھے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یہ کیونکر؟ فرمایا اللہ کے لیے غضب نہ کرتے تھے نہ اچھی بات کا حکم دیتے نہ بری بات سے روکتے۔" انتہیٰ اور نیز اس کے مؤید ہے حدیث "شعب الایمان" بیہقی بروایت امام حسن رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں دنیا کی بات چیت کریں گے (حالانکہ وہ تو دین کے لیے بنائی گئی ہیں امام ابن الہمام نے "شرح ہدایہ" میں فرمایا مباح بات بھی مسجد میں مکروہ ہے، نیکیوں کو کھاتی ہے) تم ان کے پاس نہ بیٹھو (یعنی کہیں یا مسجد میں) کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے (یعنی ان کے مسجد میں آنے اور عبادت کرنے سے) کچھ کام نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی عبادت قبول نہیں فرماتا اور یہ سخت تہدید ہے ان کے ظلم کے باعث کہ انہوں نے چیز بے محل استعمال کی مسجدیں تو عبادتوں ہی کے لیے بنی ہیں۔" انتہیٰ مع شرح علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز اس کے مؤید ہے حدیث بزار وطبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "عرض کی گئی یا رسول اللہ کیا کوئی آبادی اس حالت میں بھی ہلاک ہوتی ہے کہ اس میں صالحین بستے ہوں فرمایا ہاں۔ عرض کی گئی یارسول اللہ یہ کس وجہ سے فرمایا ان کی سستی وخاموشی کے باعث" نیز اس کے مؤید ہے حدیث دار قطنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک میرے لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب چنے تو انہیں میرے رفیق اور میرے خسرالی اور میرے مددگار کیا اور عنقریب ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے کہ ان کی شان گھٹائیں گے انہیں برا کہیں گے تم انہیں پاؤ تو ان سے شادی بیاہ نہ کرنا نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا نہ پانی پینا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھنا۔" "ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار" تصنیف علامہ ابن عابدین

کتاب النکاح میں ہے: ”رافضی اگر مولیٰ علی کی خدائی مانتا ہو یا یہ کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی پہنچانے میں غلطی کی یا صدیقِ اکبر کی صحابیت کا منکر ہو یا حضرت ام المؤمنین صدیقہ کی نسبت وہ کلمۂ ملعونہ تہمت بکتا ہو تو کافر ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے بخلاف اس صورت کے مولیٰ علی کو تفضیل دیتا یا بعض صحابہ کی بے ادبی کرتا ہو تو وہ بدمذہب ہے کافر نہیں۔“ انتہیٰ بلفظہٖ۔ نیز علامہ موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ”تنبیہ الولاۃ والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الانام اواحدا صحابہ الکرام“ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں خاتمۂ علمائے راسخین استاذ قرا و فقہا و محدثین سیدی ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری کے رسالے سے نقل فرماتے ہیں: ”جو صحابہ میں سے کسی کی شان میں بے ادبی کرے وہ بالا جماع فاسق و گمراہ ہے مگر جب یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ گستاخی حلال ہے یا اس پر ثواب ملے گا جیسا کہ بعض روافض کا خیال ہے یا صحابہ کے کفر کا متعقد ہو تو اس صورت میں وہ بالا جماع کافر ہے۔“ انتہیٰ۔ نیز اسی میں ”بزازیہ“ سے کہ کتب مذہب حنفی سے ہے نقل فرمایا: ”رافضیوں کو کافر کہنا واجب ہے ان کے اس قول پر کہ مردے دنیا کی طرف پھر واپس آئیں گے اور روحوں میں آواگون ہے اور خدا کی روح ائمہ میں آئی اور ائمہ معبود ہیں اور ان کے اس قول پر کہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دھوکا ہوا کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو چھوڑ کر محمد ﷺ کو وحی دے گئے۔“ نیز اس کے مؤید ہے حدیث ابن نجار انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ عزوجل نے مجھے چن لیا اور میرے لیے اصحاب چنے اور ان میں سے میرے وزیر و مددگار کیے اور بے شک عنقریب آخر زمانے میں کچھ لوگ آئیں گے کہ ان کی شان گھٹائیں گے تم ان کے ساتھ کھانا نہ کھانا پانی نہ پینا ان کے پاس نہ بیٹھنا ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا۔“ سمویہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے کہ ان کے مولوی سخت فتنہ انگیز مسائل کا تداول کریں گے وہ میری امت کے بدتر لوگ ہیں۔“ حدیث ابن مردویہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”بے شک آدمی نماز پڑھتا روزہ رکھتا حج و عمرہ جہاد کرتا ہے اور بے شک وہ منافق ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ نفاق اس میں کدھر سے آیا فرمایا اس لیے کہ وہ اپنے امام پر طعن کرتا ہے اور امام اس کا وہ ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم میں فرمایا علما سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔“ امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”کتاب التاویلات“ میں آیت مذکورہ کے بیان میں فرماتے ہیں: ”یہ آیت علما سے سوال کا حکم فرماتی ہے یعنی اہلِ ذکر سے پوچھو اور ان کی تقلید کرو یعنی جب تقلید کی حاجت ہو تو اہلِ علم کی تقلید کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ جانتے ہیں“ انتہیٰ بلفظہٖ۔ ابنِ جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و حاکم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کی تفسیر میں کہ: ”جو تم میں صاحبِ حکم ہیں ان کی فرمانبرداری کرو“ روایت کرتے ہیں کہ: ”صاحبِ حکم سے مراد اہلِ فقہ و دین و اہلِ طاعتِ الٰہی ہیں جو لوگوں کو ان کے دین کے معنیٰ سکھاتے اور انہیں اچھی بات کا حکم فرماتے اور بری بات سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کی اطاعت فرض کی ہے“ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابنِ جریر و ابن ابی حاتم امام مجاہد سے اسی آیت کی تفسیر میں راوی کہ: ”صاحبِ حکم فقہا و علما ہیں“ بیہقی شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ سے حدیث راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی یعنی جو کسی گمراہ کی تعظیم و مدد کرے خواہ وہ گمراہ اپنی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت کرتا ہو یا نہیں“ امام ابن حجر مکی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”جس نے بدمذہب کی توقیر کی مثلاً اس کے لیے قیام کیا اسے صدرِ مجلس میں بٹھایا یا اس کی خدمت کی بغیر کسی عذر صحیح ضروری کے جو اس پر مجبور کر دے اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی یعنی اپنے ایمان یا اپنے ایمان کے کمال یا اہلِ اسلام کے ہلاک کرنے پر معاون ہوا یا اسلام سے سنت مراد ہے۔ تو جب توقیر کرنے والوں کا یہ حال تو خود بدمذہب کا کیا حال ہوگا اور اسی میں ہے کہ جو سنّی کی توقیر کرے اس کا حکم اس کے برخلاف ہے یونہی جو بدمذہب کی توہین کرے حکم اس کے خلاف ہے“ ایسا ہی افادہ کیا علامہ علی قاری نے شرح مذکور میں ”تبیین المحارم“ میں کتاب ”الجام العوام“ امام حجۃ الاسلام قدس سرہ سے حدیث منقول ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کو چلے اس نے ہدمِ بنیانِ اسلام پر اعانت کی“ امام البخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”ادب المفرد“ میں ایک

باب وضع فرمایا کہ: ''فاسق کو سلام نہ کرے'' پھر اس میں اپنی سند سے تین حدیثیں روایت فرمائیں جو چاہے مطالعہ کرے ''فصول علامی'' میں ہے: ''بوڑھے مسخرے کذاب بیہودہ گو کو سلام نہ کرے نہ اسے جو لوگوں کو گالیاں دیتا ہے یا اجنبی عورتوں کے منہ دیکھتا ہے نہ کھلے فاسق نہ گانے والے نہ کبوتر باز کو جب تک ان کی توبہ نہ ظاہر ہو'' نیز امام بخاری نے کتاب مذکور میں فرمایا: ''باب اس شخص کا جس نے خلوق یعنی زعفران سے بنائی ہوئی رنگت دار خوشبو لگانے والے اور اہلِ معاصی پر سلام ترک کیا'' پھر بسند خود مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے حدیث روایت کی: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم پر گزرے ان میں ایک شخص خلوق لگائے تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اپنی نظرِ کرم وسلام سے مشرف فرمایا اور اس شخص سے منہ پھیر لیا اس نے عرض کی حضور نے مجھ سے روگردانی فرمائی فرمایا تیری پیشانی پر انگارا ہے۔'' پھر بسند خود عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو سے حدیث روایت کی کہ وہ اپنے باپ شعیب وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''ایک شخص خدمت اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے سونے کی انگوٹھی پہنے تھے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضور کو ناگوار ہوا چلے گئے اور وہ انگوٹھی پھینک کر لوہے کی بنوائی اسے پہن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ دوزخیوں کا زیور ہے وہ واپس گئے اسے پھینکا اور چاندی کی انگشتری پہنی اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ ''پھر بسند خود حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی: ''ایک شخص بحرین سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا حضور نے جواب نہ دیا ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی اور ریشمی جبہ پہنے تھے وہ غمگین واپس گئے اپنی بی بی سے حال بیان کیا۔ زوجہ نے کہا شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا جبہ اور انگوٹھی ناپسند ہوئی انہیں اتار کر پھر حاضر ہوا انہوں نے ایسا ہی کیا اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سلام دیا۔'' نیز امام بخاری نے کتاب مذکور میں فرمایا: '' باب اس شخص کا جس نے چوسر کھیلنے والوں پر سلام نہ کیا'' پھر بسند خود فضل بن مسلم سے حدیث روایت کی وہ اپنے باپ سے راوی کہ: ''مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب دروازۂ قصر سے باہر تشریف لاتے جنہیں چوسر کھیلتے دیکھتے انہیں حراست میں کر کے لے جاتے کسی کو صبح سے شام تک باندھ رکھتے کسی کو دوپہر تک، شام تک بندھے رہنے والے وہ ہوتے جو بد کر کھیلتے اور دوپہر تک بندھنے والے وہ کہ ویسے ہی کھیلتے اور مولیٰ علی حکم فرماتے کہ ان لوگوں کو سلام نہ کیا جائے'' پھر ذکر فرمایا: ''اب ادب دینے اور نردبازوں اور اہل باطل کو نکال دینے کا'' پھر بسند خود نافع سے حدیث روایت کی ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے لوگوں میں کسی کو چوسر کھیلتا پاتے اسے مارتے اور چوسر توڑ دیتے'' پھر بسند خود المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی کہ: ''ان کی حویلی سے کچھ حصے میں ایک گھر والے رہتے انہیں خبر پہنچی کہ ان کے پاس چوسر ہے فرما بھیجا کہ اگر تم خود نہ نکل گئے تو میں تمہیں اپنے مکان سے نکال دوں گی اور ان پر اس بارے میں اعتراض فرمایا'' پھر امام بخاری نے تین حدیثیں اور ذکر کیں جو چاہے دیکھ لے مسلم نے ابنِ سیرین سے روایت کی: '' بے شک یہ علم دین ہے (العلم میں لام عہد کا ہے یعنی وہ علم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم تعلیم خلق کے لیے لائے جس سے کتاب و سنت مراد ہے کہ دین کی دونوں اصل ہیں) تو دیکھو کہ اپنا دین کس سے لیتے ہو یعنی ثقہ معتمد لوگوں سے لو'' ایسا ہی شرح مذکور میں ہے نیز مسلم نے ابن سیرین سے روایت کی: ''پہلے سند کی تحقیقات نہ ہوتی تھی جب فتنہ واقع ہوا علما نے فرمایا اپنے راوی ہمارے سامنے بیان کرو کہ ان میں سے جو اہلِ سنّت دیکھے جائیں ان کی حدیث لی جائے اور جو بدمذہب نظر آئیں ان کی حدیث نہ لی جائے'' انتہیٰ بلفظہٖ نیز مسلم نے سعد بن ابراہیم سے روایت کی کہ وہ فرماتے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نہ کریں مگر ثقہ لوگ اھ'' بلفظہٖ علامہ نووی نے اس کی شرح میں فرمایا: ''اس کے معنٰی یہ ہیں کہ صرف ثقات کی حدیث قبول کی جائے گی۔'' امام بخاری نے علی بن ہاشم کوفی کے بارے میں فرمایا ''وہ اور اس کا باپ دونوں اپنے مذہب میں حد سے گزر گئے تھے۔ ابن حبان نے کہا وہ تشیع میں غلو رکھتا ہے۔ صاحب، میزان الاعتدال فی نقد الرجال نے کہا میں کہتا ہوں اس کے غلو کے باعث امام بخاری نے اس کی حدیث روایت فرمانی ترک کر دی کہ وہ رافضیوں سے بہت بچتے تھے۔ ظاہراً یہ اندیشہ تھا کہ ان کے دین میں تقیہ ہے'' احمد بن المقدام نے کہا ہم یزید بن زریع کی مجلس میں تھے انہوں نے فرمایا:

”جو شخص جعفر بن سلیمان و عبدالوارث کے پاس جائے وہ میرے نزدیک نہ آئے عبدالوارث منسوب بہ اعتزال تھا اور جعفر منسوب بہ رفض“ انتہیٰ نیز یزید بن زریع نے عبدالوارث بن سعید بصری کے باب میں فرمایا: ”جو اس کی مجلس میں جائے میرے پاس نہ آئے“ انتہیٰ۔ شہاب کہتے ہیں میں نے ابن عبید سے سُنا کہ: ”وہ کہتے تھے میں نے جابر جعفی کو ترک کردیا اور اس سے کچھ نہ سنا۔ عقیلی نے کہا جابر جعفی رافضی ہے صحابہ کو برا کہتا ہے“ انتہیٰ سماک بن سلمہ سے روایت ہے: ”میں کدیر ضبی کے پاس اس کی عیادت کو گیا اس کی عورت بولی ان کے پاس آجاؤ کہ یہ نماز میں ہیں میں نے سنا کہ وہ اپنی نماز میں کہہ رہا تھا سلام نبی اور وصی پر میں نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اب کبھی مجھے تیرے پاس آتا نہ دیکھے گا انتہی کدیر ضبی تشیع میں غلو رکھتا تھا۔“ امام دار قطنی نے عقیصا کو اس نے چھوڑ دیا کہ وہ شیعی ہے۔ مغیرہ نے کہا: ”ذر بن عبدالہ ہمدانی نے حضرت ابراہیم نخغی کو سلام کیا امام نے جواب نہ دیا یعنی اس لیے کہ وہ فرقۂ مرجیہ سے تھا۔“ امام حمزہ زیات ابو مختار طائی سے روایت فرماتے ہیں: ”ذر مذکور نے ابوالبختری طائی سے حضرت سعید بن جبیر کی شکایت کی کہ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب نہ دیا۔ ابوالبختری نے حضرت سعید سے اس کا تذکرہ کیا سعید نے فرمایا یہ روز ایک نیا دین نکالتا ہے خدا کی قسم میں کبھی اس سے کلام نہ کروں گا“ انتہیٰ مومل بن اسماعیل کہتے ہیں: ”عبدالعریز بن ابی رواد مرجی المذہب کا انتقال ہوا امام سفین مکہ معظمہ میں تھے جنازے کی نماز پڑھی اور ساتھ نہ چلے۔ سامنے سے راہ کاٹ کر تشریف لے گئے۔ لوگ دیکھنے گئے کہ امام کیا کرتے ہیں امام نے نماز نہ پڑھی اور فرمایا میں نے چاہا لوگوں کو دکھادوں کہ یہ شخص بدمذہبی پر مرا ہے اھ کہتے ہیں وکیع ابو معاویۂ ضریر کے جنازے پر نہ گئے مذہب ارجا کے باعث“ انتہیٰ امام سفیٰن بن عیینہ فرماتے ہیں: ”عبدالرحمٰن بن اسحاق مدنی قدری تھا۔ اہل مدینہ نے اسے شہر پاک سے نکال دیا وہ زمانہ قتل ولید بادشاہ میں یہاں ایک پانی پر اُترا اہم لوگ اس کے پاس نہ بیٹھے“ انتہیٰ عبدالوہاب بن عطا خفاف کو مذہب قدریہ کی طرف نسبت کیا جاتا اسی وجہ سے ابو سلیمان زاہد اس کی مسجد سے اٹھ گئے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی یہ محمد بن احمد بن ابی مثنی موصلی نے حکایت کی۔ جب معاذ بن ہشام آیا حمیدی نے مکہ معظمہ میں کہا:

”اس قدری سے حدیث نہ سنو“ محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا: ”محمد بن یسار مخزومی مذہب قدریہ کی طرف نسبت کیا گیا اور وہ سب سے زیادہ اس مسلک سے دور تھا“ اور امام مالک نے اس کے بارے میں فرمایا: ”دجالوں میں کے ایک دجال کو دیکھو“ امام ابن عیینہ فرماتے ہیں: ”میں نے ابن اسحٰق کو مسجد منیٰ شریف میں دیکھا مجھے شرم آئی کہ کوئی شخص مجھے اس کے ساتھ دیکھے لوگ اسے متہم بالقدر کرتے ہیں۔“ حماد بن زید نے کہا: ”میں ایوب و یونس وابن عون کے پاس تھا عمرو بن عبید کا گزر ہوا وہ ٹھہرا اور ان ائمہ کو سلام کیا۔ اماموں نے جواب سلام نہ دیا، اس لیے کہ وہ معتزل قدری تھا صحابہ کو برا کہتا اور اپنے مذہب کی طرف بلاتا۔“ ابن حبان نے کہا: ”عمرو بن عبید پہلے اہل تقویٰ وعبادت سے تھا یہاں تک کہ اس نے نیا مذہب نکالا۔ اب امام حسن بصری کی مجلس سے وہ اور اس کی جماعت معتزل و کنارہ کش ہوئے اس لیے معتزلہ کہلائے“ ابن حبان نے کہا: ”وہ صحابہ کو بُرا کہتا اور حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔“ کامل بن طلحہ نے کہا: ”میں نے حماد سے گزارش کی اے ابو سلمہ آپ نے لوگوں سے روایت کی اور عمر وبن عبید کو ترک کردیا فرمایا میں نے خواب دیکھا گویا لوگ جمعہ کے دن روبقبلہ نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ قبلہ کو پشت کیے ہے تو میں نے جانا کہ وہ بدمذہب ہے لہٰذا اس سے روایت ترک کردی۔“ اور امام بیہقی نے مسعود بن محمد جرجانی کی روایت سے اعراض کیا اس لیے کہ وہ معتزلی تھا۔ ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں: ”میں نے فطر بن خلیفہ کوفی سے روایت صرف اس لیے ترک کی کہ وہ بد مذہب ہے“ ابن الفرضی نے کہا: ”میں نے محمد بن مغرح قرطبی کو ترک کردیا کہ وہ بدعت کی طرف دعوت کرتا تھا۔“ محمد بن عبداللہ انصاری نے کہا: ”ہم سلیمان بن ارقم کے پاس بیٹھنے سے منع کیے جاتے تھے پھر اس سے ایک سخت بات نقل کی۔“ ابو الولید نے کہا میں نے شریک کو کہتے سنا: ”ہمیں اپنے چچا کے بیٹے سلیمان بن عمر سے کیسا صدمہ پہنچا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے۔“ حاکم نے کہا: ”میں نے محمد بن یعقوب حافظِ حدیث کو بارہا کہتے سنا کہ ابو بکر جارودی جب اپنے دادا کی قبر پر گزرتے کہتے اے باپ میرے اگر تم نے بہز بن حکیم کی حدیث روایت نہ کی ہوتی تو میں آپ کی زیارت کرتا“ یحییٰ بن حرب ذماری اور ایک جماعتِ علما سے منقول ہے کہ انہوں نے مسلمہ بن علی خشنی کو ترک کیا

ابن عدی کہتے ہیں: "ہمارے عام مشائخ نے محمد بن یونس بن موسیٰ قرشی شامی سے روایت ترک کردی۔" امام بخاری نے عبداللہ بن واقد ابو قتادہ حرانی کے بارے میں فرمایا: "ائمہ نے اسے ترک کردیا۔" نیز عبدالعزیز بن ابان کو فرمایا: "محدثین نے اسے ترک کردیا" نیز عبدالغفور واسطی کو فرمایا: "علمانے اسے ترک کردیا" نیز عنبسہ بن عبدالرحمٰن کو فرمایا: "حفاظ نے اسے ترک کردیا" نیز سالم بن عبد کو فرمایا: "ناقدین نے اسے ترک کردیا" اسی طرح اور لوگوں کے باب میں فرمایا ابوحاتم کہتے ہیں: "ابراہیم بن منذر جن سے تلاوت قرآن مجید میں غلطیاں واقع ہوئیں امام احمد بن حنبل کے پاس آئے سلام کیا امام نے جواب نہ دیا۔" یعقوب بن شیبہ روایت کرتے ہیں انہیں خبر پہنچی کہ: "عمران بن حطان کی ایک چچازاد بہن خارجی مذہب تھی عمران نے اس سے نکاح کیا کہ اسے اس باطل مذہب سے پھیر دے اس نے خود اسی کو اپنے مذہب پر کرلیا۔" احیاء العلوم شریف کے ابواب میں ایک باب انواع مخلوق کے ساتھ بھائی چارے اور صحبت اور برتاؤ کے بیان میں ہے اس میں ان لوگوں کے جن سے اللہ کے لیے بغض رکھنا چاہیے ترتیب وار درجوں اور ان سے معاملہ کرنے کی کیفیت میں ارشاد فرمایا کافر ذمّی جو سلطنتِ اسلام کے عہد و پناہ میں ہے "اس کو ستانا جائز نہیں مگر یوں کہ اس سے روگردانی کریں" مجلسوں میں "اسے حقیر رکھیں" راستہ چلتا ہو اور گنجائش کم ہو تو "اسے نہایت تنگ راستے میں چلنے پر مجبور کریں" مگر نہ ایسا کہ کسی گڑھے میں گرجائے یا دیوار وغیرہ سے ٹکر کھائے کہ بے سبب انہیں صدمہ پہنچانا جائز نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ صدر راستہ ان کے لیے ان کے اعزاز کو نہ چھوڑا جائے اور یہ سنت مدت سے متروک ہوگئی ہے جو اسے زندہ کرے اس کے لیے ثواب ہے "اسے ابتدا بہ سلام نہ کی جائے۔" اس کی تحقیر کے لیے نہ اس سے السلام علیک کہے نہ اس کے قائم مقام اور کوئی لفظ جو ملتے وقت کہے جاتے ہیں۔ مثلاً اللہ تیری صبح خیر کے ساتھ کرے یا تیری صبح نیک ہو یا اور الفاظ جن کی آج کل عادت ہورہی ہے۔ اور "جب وہ ابتداً السلام علیک کہے جواب میں صرف وعلیک کہا جائے" اور اس کے جواب میں فقط لفظ وعلیک کہنا واجب ہے اور "بہتر یہ ہے کہ ان سے میل برتاؤ ساتھ کھانے سے بازرہیں" کہ ان سب امور میں اس کا ایک نوع اعزاز ہے۔ "رہا اس سے دل کھول کر بات کرنا اور دوستوں کی طرح بے تکلفی تو یہ سخت مکروہ ہے قریب ہے کہ اس کی قوی صورت حرام کی حد کو پہنچے"۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ کریم میں فرماتا ہے: "تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اللہ ورسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ دادا یا بیٹے پوتے ہوں۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: "مسلمان اور کافر کے کھانا پکنے کی آگیں آمنے سامنے نہ ہوں۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے ایمان والوں اپنے اور میرے دشمنوں کو اپنا دوست نہ ٹھہراؤ" یعنی ان سے دوستی اور میل نہ کرو۔" دوسری قسم وہ بدمذہب کہ اپنی بدمذہبی کی طرف بلاتا ہوا گروہ بدعت ایسی ہے جس کے باعث اس کی تکفیر کی جائے تو اس کا حکم ذمی کے حکم سے سخت تر ہے اس لیے کہ اسے نہ جزیہ لے کر رہنے دیں گے نہ عہد امان دینے کی نرمی کریں گے" بخلاف کافر ذمی "اور اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے تو اس کا معاملہ اللہ کے یہاں کافر کے معاملے سے ضرور ہلکا ہے مگر اس کے رَد کا حکم کافر کے رد سے زیادہ سخت ہے۔ اس لیے کہ کافر اوروں کی طرف بڑھتا نہیں کہ مسلمان اسے کافر سمجھے ہوئے ہیں تو اس کی بات کی طرف التفات نہ کریں گے کہ وہ اسلام واعتقاد حق کا اپنے لیے دعویٰ نہیں کرتا مگر یہ بدمذہب جو دوسروں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت کرتا اور بکتا ہے کہ وہی حق ہے جس طرف وہ بلاتا ہے تو یہ مخلوق کے بہکنے گمراہ ہونے کا سبب ہے تو اس کا شر پھیلتا ہے تو اس سے اظہارِ بغض و دشمنی و دوری و بے علاقگی اور اس کی تحقیر اور اس پر اس کی بدمذہبی کے ساتھ طعن و تشنیع اور لوگوں کو اس سے نفرت دلانے کا استحباب بہت زائد ہے اور اگر وہ اس پر تنہائی میں جہاں اور لوگ نہ ہوں سلام کرے تو جواب دینے میں مضائقہ نہیں پس اگر جانے کہ اس سے منہ پھیرنے اور جواب سلام نہ دینے کے باعث اپنی بدمذہبی کی برائی اس کے دل میں آئے گی اور اس سے اس کے جھڑکنے للکارنے کا اثر پیدا ہوگا تو جواب نہ دینا ہی بہتر ہے کہ جواب سلام اگرچہ واجب ہے ادنیٰ غرض سے جس میں کوئی بکار آمد مصلحت ہو ساقط ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی حمام یا قضائے حاجت میں ہو تو یہ واجب باقی نہیں رہتا اور اسے جھڑکنے کی غرض ان اغراض سے کہ علمانے وجوب ساقط ہونے کے لیے بیان فرمائیں زیادہ مہم ہے اور اگر وہ جماعت یعنی مجمع میں سلام کرے تو مطلقاً جواب نہ

دینا ہی اولیٰ ہے کہ لوگوں کو اس سے نفرت ہو ان کی نگاہوں میں اس کی بد مذہبی کی شناعت اور اس بد مذہب کی حقارت ہو اسی طرح اولیٰ یہ ہے کہ اس کے ساتھ احسان سے باز رہیں اور اس کی ضرورتوں میں اس کی مدد سے منع کریں خصوصاً ایسے کام میں جس پر خلق کو اطلاع ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو کسی بد مذہب کو جھڑکے اللہ تعالیٰ اس کا دل امن وایمان سے بھر دے اور جو کسی بد مذہب کی تذلیل کرے اللہ تعالیٰ اسے اس بڑی گھبراہٹ کے دن امان بخشے اور جو اس سے نرمی یا اس کی عزت کرے یا بکشادہ پیشانی اس سے ملے اس نے وہ چیز ہلکی جانی جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی" یہ حدیث ابو نعیم نے "حلیہ" اور ہروی نے کتاب "ذم الکلام" میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور ابو نصر سجزی نے "ابانہ" میں حدیث عبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی نیز اسے ابو نصر وابن عدی وابن عساکر نے بروایت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے اور نیز ابن عدی نے بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کیا"تیسری قسم بد مذہب ناخواندہ کہ دعوت یعنی لوگوں کو اپنی بد مذہبی کی طرف بلانے پر قادر نہ ہو اور اس کا اندیشہ نہ ہو کہ لوگ اس کی پیروی کریں گے تو اس کا معاملہ آسان اور ہلکا ہے بہتر یہ ہے کہ اس کا علاج اس پر سختی کرنے اور اسے ذلت دینے سے نہ کیا جائے بلکہ نرمی کے ساتھ نصیحت کریں اور راہِ حق دکھائیں "اس لیے کہ ناخواندوں کے دل جلد بدل جاتے ہیں" کہ وہ لوحِ سادہ ہیں جن میں کوئی نقش جما نہیں اور اگر نصیحت کارگر نہ ہو اور روگردانی میں اس کی بدعت کی برائی اور حقارت اس کی نگاہ پیدا ہو تو اس سے روگردانی کا استحباب موکد ہو جائے گا پس اگر معلوم ہو کہ یہ اس میں کچھ اثر نہ ڈالے گا کہ وہ ٹھوس طبیعت اور بھدے ذہن کا ہے اور اس کی سرکشی اس کے دل میں جم گئی ہے تو روگردانی اولیٰ ہے کہ جب بد مذہبی کی برائی ظاہر کرنے اور اس کی توہین وتنقیص میں کمال درجے کی کوشش نہ کی جائے گی وہ مخلوق میں پھیل پڑے اور اس کی چنگاریاں اُڑ کر دور دور جائیں گی اور اس کی خرابی عام ہو جائے گی اور لوگوں میں گمراہی راہ پائے گی رہا وہ جو صرف اعمال کا گنہگار ہے نہ اعتقاد کا وہ دو حال سے خالی

نہیں یا تو اس سے دوسروں کو ایذا ہو جیسے ظلم کرنا یا مال چھیننا جھوٹی گواہی دینا غیبت کرنا لوگوں میں فساد کرنا ایک کی دوسرے سے چغلی کھانا اور اسی طرح کے اور گناہ یا اس کا گناہ تنہا اس شخص کی ذات تک محدود رہے اس کا صدمہ دوسروں کو نہ پہنچتا ہو اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اوروں کو خرابی کی طرف بلاتا ہے جیسے بھٹی والا کہ فاسقوں کی مجلس ہے جو مردوں سے عورتیں حرام کے لیے ملاتا اور شراب وغیرہ خراب کاموں کے اسباب خراب لوگوں کے لیے بہم پہنچاتا ہے دوسرا وہ جو اوروں کو اپنے کام کی طرف نہیں بلاتا بلکہ آپ ہی گناہ کرتا ہے جیسے شراب خور یا زناکار اور یہ جو دوسروں کو دعوت نہیں کرتا، دو حال سے خالی نہیں اس کا گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ اور ان میں ہر ایک اس گناہ پر مصر اور اس کا عادی ہو گا یا نہیں؟ ان تقسیموں سے تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں ہر قسم کا ایک خاص مرتبہ معین ہے اور ان میں ایک دوسرے سے سخت ترہے تو ہم سب کے ساتھ ایک روش نہ چلیں گے بلکہ تفصیل کریں گے اور یوں کہیں گے کہ پہلی قسم جو تینوں قسم میں سخت تر ہے وہ ہے جس سے اوروں کا ضرر ہے، جیسے ظلم، غصب جھوٹی گواہی، غیبت، چغلی ان لوگوں سے یک لخت رد گردانی اور ان سے میل جول کا ترک اور ان کے ساتھ معاملہ کرنے سے کشیدگی اولیٰ ہے کہ وہ گناہ جس سے خلق کو ایذا ہو سخت ہے کفر کے بعد ضرر رسانی سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ پھر ان کی بھی قسمیں ہیں ظلم یا تو خون میں ہے کہ ناحق قتل کرتا ہے یا مال میں کہ ناحق دبالیتا ہے یا آبروؤں میں کہ ان کی بے حرمتی کرتا ہے اور ان میں بعض بعض سے سخت تر ہیں: قتل مال لینے سے اور مال لینا کسی کی آبرو پر زبان درازی سے ان لوگوں کی تذلیل وتوہین اور ان سے روگردانی کا استحباب سخت مؤکد ہے اور جب ان کی اس اہانت سے ان کا یا اوروں کا ایسے افعال سے باز رہنا متوقع ہو تو اور زیادہ بشدت مؤکد ہو جائے گا۔ قسم دوم بھٹی یعنی مجلس فساق والا کہ فساد کے سامان مہیا کرتا اور مردوں سے عورتیں ملاتا اور فساد کی راہ خلق پر آسان کرتا ہے اور ایک نسخہ میں ہے کہ ان سامانوں کا راستہ سہل کرتا ہے۔ یہ لوگوں کو دنیوی ایذا نہیں دیتا ہاں اپنے کام سے ان کے دین کی بیخ کرتا اور انہیں ہلاکت میں ڈالتا ہے اور ایک نسخہ میں بیخ کی جگہ اچک لے جانا ہے اگرچہ یہ ان کی رضامندی سے ہو اس کا حکم پہلی قسم کے قریب ہے مگر اس کی بہ نسبت ہلکا کہ جو گناہ خاص اللہ

تعالیٰ اور بندے کے معاملے میں ہو عفو سے زیادہ نزدیک ہے اس بنا پر کہ ایک قول میں حقوق اللہ کی بنا نرمی و آسانی پر ہے، مگر اس جہت سے کہ اس میں فی الجملہ اوروں پر دست درازی ہے دوسروں کو ضرر پہنچنے کے باعث سختی رکھتا ہے اس کا مقتضیٰ بھی وہی ذلت دنیا منہ پھیرنا قطع کرنا اس کے سلام کا جواب نہ دینا ہے جب گمان ہو کہ اس میں اس کے یا اوروں کے لیے ایک طرح کی جھڑکی ہے۔ قسم سوم وہ کہ تنہا فسق کرتا ہے جیسے شراب پینا یا کسی واجب کا بجانہ لانا یا کسی ممنوع شرعی کا مرتکب ہونا جو خاص اسی کی ذات سے خاص ہو اس کا معاملہ ہلکا ہے، مگر جس وقت گناہ میں مشغول ہے اس وقت ملے تو جس طرح باز رہے منع کرنا واجب ہے کسی حال پر ہوا گرچہ تذلیل و تحقیر سے بلکہ بن پڑے تو زدوکوب سے کہ امر ناجائز سے روکنا فرض ہے پھر جب وہ گناہ سے فارغ ہو لیا اور معلوم ہو کہ یہ اس کی عادت دائمی ہے وہ اس پر اصرار رکھتا ہے پس اگر تحقیق معلوم ہو کہ نصیحت کرنا اسے گناہ کی طرف بارِ دگر جانے سے روکے گا تو اس وقت نصیحت واجب ہے اور اگر یہ تحقیق نہ ہو مگر اس کی امید ہو تو افضل نصیحت کرنا اور باز رکھنا ہے نرمی کے ساتھ اور روشنی میں زیادہ نفع ہو تو درشتی سے۔ رہا اس کے جواب سلام سے روگردانی اور اس سے میل کرنے سے باز رہنا جب کہ معلوم ہو کہ اسے گناہ کی لت ہے اور نصیحت سودمند نہ ہوگی تو اس میں تامل ہے اور علما کے برتاؤ طریقے اس میں مختلف رہے ہیں اور ٹھیک یہ ہے کہ یہ آدمی کی نیت کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی جگہ کہتے ہیں کہ اعمال نیتوں پر ہیں اس لیے کہ نرمی برتنے اور خلق کی طرف بہ نگاہِ مہر دیکھنے میں جلال و عظمتِ الٰہی کے حضور ایک نوعِ تواضع ہے اور سختی و روگردانی میں ایک طرح کا تکبر اور اپنے آپ کو اچھا جاننا اور اس میں فتویٰ دل سے پوچھنا چاہیے کہ یہ معاملہ اسی کے سپرد ہے تو جس بات کی اپنی خواہش نفس و مقتضائے طبع کی طرف زیادہ جھکتا دیکھتے تو بہتر اس کی ضد و مخالفت ہے اس لیے کبھی اس کی تذلیل اور اس پر سختی تکبر و خود پسندی اور اس پر اظہار بلندی میں لذت پائے اور اپنے نفس کی صلاح پر اترانے کے باعث سے ہوتی ہے اور کبھی رفق و نرمی مداہنت اور کسی دنیوی غرض پانے کے لیے دلداری یا اس خوف کے باعث سے ہوتی ہے کہ اس کی وحشت و نفرت سے ہمارے مال یا وجاہت پر کچھ اثر نہ پڑے خواہ اس بات کا گمان قریب یا دور ہو اور یہ سب شیطان کے اشاروں، رمزوں، خیال بندیوں پر چلنا اور عقبےٰ کے کاموں سے دور ہے تو جسے دینی کاموں میں رغبت ہے وہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد اور ایسی پوشیدہ باریکیوں کی تفتیش و کدو کاوش اور ان مختلف حالوں کی نگاہ داشت میں رہتا ہے اور اس معاملے میں قلب ہی کا فتویٰ لیا جائے گا اس پر کیا وارد ہوتا ہے اور وہ کبھی اپنے اس غور میں حق بات تک پہنچ جاتا ہے جب کہ توفیق الٰہی مساعد ہو اور کبھی حق سے خطا کر جاتا ہے اور کبھی دانستہ اپنی خواہش ورغبتِ نفسانی کی پیروی کر بیٹھتا ہے اور کبھی خطا میں پڑتا اور دھوکے کے باعث گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کے لیے عمل کرتا اور آخرت کا راستہ چلتا ہے" حالانکہ وہ اس گمان میں فریب کھائے ہوئے ہے۔ "احیاء العلوم" کی عبارت اس کی شرح "اتحاف السادۃ المتقین" تصنیف علامہ فاضل سید محمد زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ختم ہوئی۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہی سے بچائے اس کے لیے اسی قدر کفایت ہے اور اللہ ہی مالک ہدایت ہے اور اسی کی طرف سے حفظ و حمایت ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب سے اعلم اور اس کا علم ہر علم سے اتم اور اللہ کے درود و سلام محمد ہمارے سرور اور ان کے آل و اصحاب پر۔ راقم محافظِ کتب خانۂ مکۂ معظمہ

(السید اسماعیل بن خلیل)

(۴)

سب خوبیوں سراہا اللہ سارے جہان کا پرور دگار اور درود و سلام ہمارے سردار محمد اور ان کے آل و اصحاب پر۔ زاں بعد میں نے مفتیِ مدینۂ منورہ کا جواب دیکھا کہ سوال میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان کے ساتھ نہ ملنا چاہیے، یہی حق ہے جس سے سرتابی سزاوار نہیں جب کہ وہ لوگ اس حال پر ہوں۔ خدا کی پناہ گمراہان گر کے مکر سے اللہ تعالیٰ ہمیں رہنمایان راہ یاب کے گروہ میں حشر دے۔ یہ اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا اپنے پروردگار عظیم الاحسان کے امیدوار عفو طوبیٰ محمد سعید بن محمد بن سلیمان نے کہ مسجد الحرام میں طالبان علم شریف کا خادم ہے۔

(رب اجعلنی محمد سعید)

(۵)

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سب خوبیاں پروردگارِ عالم کو اور

(بقیہ صفحہ نمبر 54 پر ملاحظہ فرمائے)

مجرباتِ امام احمد رضا

امام احمد رضا ایک عبقری عالم دین ہونے کے ساتھ عظیم روحانی پیشوا بھی تھے۔ تاہم تصوف و روحانیت کے حوالے سے ان کی تعلیمات و خدمات پر اب تک بہت محدود تحقیق ہوئی ہے اور محض چند ہی مضامین اس حوالے سے سامنے آئے ہیں۔ اس موضوع پر کثیر تحقیقی مواد موجود ہے اور ضرورت ہے کہ اسکالرز امام احمد رضا کی حیات کے اس پہلو پر تحقیقات پیش کریں۔ پیشِ نظر سلسلے "مجرباتِ امام احمد رضا" میں امام احمد رضا کی تعلیم کردہ دعائیں، اوراد و وظائف اور نصیحتیں پیش کیے جاتے ہیں۔ عبید

شبِ براءت اور امام احمد رضا کا پیغام

۱۱/ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

شب براءت قریب ہے۔ اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بطفیلِ حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوات والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے، مگر چند ان میں وہ دو مسلمان، جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے دو، جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔ لہٰذا اہلِ سنّت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبلِ غروبِ آفتاب ۱۴ شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں۔ یا معاف کرالیں کہ باذنہٖ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائفِ اعمال خالی ہو کر بارگاہِ عزت میں پیش ہوں۔ حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لیے توبۂ صادقہ کافی ہے۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ ایسی حالت میں باذنہٖ تعالیٰ ضرور اس شب میں امیدِ مغفرتِ تامہ ہے۔ بشرطِ صحتِ عقیدہ و ھوالغفور الرحیم۔

یہ سب مصالحت اخوان ومعافیِ حقوق بحمدہٖ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے۔ امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کر کے من سن فی الاسلام سنّۃ فلہ اجرھا واجرمن عمل بھا اِلٰی یَوْمِ القیامۃ لا ینقص من اجور ھم شیأ کے مصداق ہوں۔ یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے، اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے۔ اور اس فقیر ناکارہ کے لیے عفو عافیت دراین کی دعا فرمائیں۔ فقیر آپ کے لیے دعا کرے گا اور کرتا ہے۔ سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے، نہ نفاق پسند ہے، صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔ والسلام۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ۔ (ماخوذ: خط بنام ملک العلما ظفر الدین فاضل بہار، مندرجہ "کلیات مکاتیب رضا")

♦ ♦ ♦ ♦ ♦

دعائے صحت کی اپیل

صدرِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا و مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ معارفِ رضا، کراچی، محترم صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری صاحب مدّظلہ العالی آج کل سخت علیل ہیں اور ڈاکٹرز نے اُن کے لیے اوپن ہارٹ سرجری (Open Heart Surgery) یعنی دل کا آپریشن تجویز کیا ہے۔ قارئینِ معارفِ رضا اور تمام مسلمانوں کی خدمت میں دعائے صحت کی درخواست ہے۔

دور و نزدیک سے

قارئینِ معارفِ رضا کے خطوط و ای میل اور خبریں

غلام مصطفی رضوی (مالیگاؤں، انڈیا)

محترم سید وجاہت رسول قادری صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آپ بہ عافیت ہوں گے۔ عرصہ سے کوئی رابطہ نہیں ہوا نہ ہی آپ نے یاد فرمایا۔ مجھے کئی ہندوستانی احباب سے آپ کی علالت کی اطلاع ملی دعاے خیر بھی کی گئی۔

۲۱/مئی ۲۰۱۱ء تا ۲۹/مئی شمالی ہند کا علمی سفر رہا، جس میں اجمیر شریف، بریلی شریف، مارہرہ شریف، پیلی بھیت شریف، بدایوں شریف اور علی گڑھ حاضری ہوئی۔ بریلی شریف میں امام احمد رضا اکیڈمی کی عظیم و شان دار عمارت مفتی محمد حنیف خاں رضوی و مولانا عبدالسلام رضوی کی معیت میں دیکھی۔ یہاں علمی نشست میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی عظیم و قابل قدر خدمات کا ذکر رہا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس وقت جس انداز میں ادارہ کام کر رہا ہے وہ تمام اہل سنت کے لیے لائق فخر ہے۔ موصوف نے یہ بھی کہا کہ سید وجاہت صاحب کی مخلصانہ خدمات نے ادارے کے دائرۂ کار کو عالمی سطح پر وسیع کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شہر علم بریلی کی کئی علمی مجالس میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی و مجلس رضا لاہور کا ذکرِ خیر رہا۔ سچ ہے ہمارے ان اداروں نے جو کام انجام دیا وہ ایسے ہیں کہ شہر بریلی کی محافل میں ان کا چرچا ہو۔ اہل بریلی کے دلوں میں آپ کا بڑا احترام ہے اور یہ سب برکت ہے نسبت رضا کی اور رضویات پر علمی کام کی۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ان دنوں سخت علیل ہیں۔ ان کی عیادت بھی کی، انھوں نے آپ کی صحت کی بابت دریافت کیا۔ کافی دیر تک ادارے کا ذکر کیا۔ وہ رضویات پر بڑا عمدہ کام کر رہے ہیں، ساری زندگی قلم چلایا اور اب بھی ان کا قلمی سفر جاری ہے، لکھنے والوں کی رہ نمائی کی۔ شہر علم بریلی میں میرے مرشدِ گرامی تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں کا قائم کردہ ادارہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا دیکھا۔ علامہ ازہری نے نہایت معیاری ادارہ قائم کیا ہے۔ حسن تعمیر، حسن انتظام و اہتمام، شعبہ جات، جدید و قدیم علوم کی تدریس، محنتی اساتذہ سبھی نے متاثر کیا۔ یہاں مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی، شہزادۂ صدر الشریعہ مفتی بہاء المصطفیٰ اعظمی، مفتی محمد صالح بریلوی و دیگر اساتذہ سے ملاقات رہی۔ مولانا نشتر فاروقی نے یادگار رضا (قدیم) کے شماروں سے مقالات کا ایک مجموعہ بنام "مقالات یادگار رضا" مرتب کیا ہے جو زیر طبع ہے۔ آپ ہی کی کاوش سے فتاویٰ حامدیہ شایع ہوا نیز حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کے کئی ایک رسائل کی ترتیب، تخریج اور اشاعت کی۔ اس ادارے سے بحمدہٖ تعالیٰ تاج الشریعہ کی کئی کتابیں اردو و عربی میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

پیلی بھیت سے بھی اہل سنت کا رشتہ تاریخی ہے۔ محدث سورتی، ابوالمساکین مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی (مدیر تحفۂ حنفیہ پٹنہ)، مولانا حشمت علی خاں، شاہ وجیہ الدین پیلی بھیتی، مانامیاں پیلی بھیتی ان بزرگوں کے آستانوں کی زیارت کی، ڈاکٹر اسد نوری سے علمی گفتگو رہی۔ یہاں کی تاریخی جامع مسجد دیکھی جسے اعلیٰ حضرت کے جد امجد حافظ رحمت خاں روہیلہ نے بنوایا تھا، بڑی اور خوب صورت مسجد ہے۔ بدایوں شریف میں مولانا اسید الحق عاصم قادری سے ملاقات رہی اور اکابر بدایوں کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت ملی۔ اسی سفر میں حضرت امین ملت کا فون آیا۔ حضرت امین ملت نے دریافت کیا کہ علی گڑھ کب آرہے ہو؟ راقم نے احباب سے کہا اب چلیں ہمارے مرکز روحانیت مارہرہ مطہرہ کی سمت! جمعہ کا دن تھا، دوپہر مارہرہ شریف پہنچے، آستانوں پر حاضری دی، محفلِ نعت سجائی، کلام رضا پیش کیا:

> کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
> بول بالے مری سرکاروں کے

سر شام علی گڑھ جا پہنچے، رات امین ملت کی بارگاہ میں باریابی کا شرف ملا۔ امین ملت نے تقریباً دو گھنٹہ علمی گفتگو فرمائی اور ہمارے

حوصلوں میں نئی جان ڈال دی، مسلک رضا کی اشاعت کے حوالے سے مشورے دیے، نوری مشن کی اشاعتی خدمات سے متعلق عمدہ و مفید تاثرات دیے، مطبوعات مشن پر تبصرہ فرمایا اور اپنے قائم کردہ ادارہ "جامعۃ البرکات" کے مشاہدے کی دعوت دی۔ ہفتہ کی صبح بعد از فجر ہم البرکات جا پہنچے۔ عظیم ادارہ امین ملت کی کدو کاوش کا شہرستان علم و فن، خاندان برکات کا تعلیمی مشن مکمل طور پر اہل سنت کی علمی قیادت کر رہا ہے اور فیضان علم بانٹ رہا ہے۔ اہل سنت کی تاریخ کا زریں نقش کہا جائے البرکات کو تو بجا ہے۔ بقول علامہ قمر الزماں اعظمی: "علی گڑھ میں درس گاہ کا قیام علی گڑھ کو نئی زندگی دینا ہے، علی گڑھ جہاں الحاد تقسیم ہو رہا تھا اور بے دینی عام ہو رہی تھی اس کے قلب میں بیٹھ کر درس گاہ کا قیام کسی خلا کی تسخیر سے کم نہیں۔"

گزشتہ دنوں علامہ محمد عبدالمبین نعمانی سے گفتگو ہوئی۔ حضرت نے ادارے کی مطبوعات / معارف رضا کی بابت دریافت کیا، میں نے کہا کہ ڈاک کی گرانی کے سبب اب یہاں نہیں آرہا۔ حضرت نے کہا کہ سید صاحب سے کہو کہ انڈیا میں کم از کم ۵ / ۷ مقامات پر ضرور بھیج دیا کرو۔ راقم کا خیال ہے کہ انڈیا میں ان مقامات پر معارف و مطبوعات ادارہ ضرور بھجوائیں: بریلی (علامہ ازہری میاں، امام احمد رضا اکیڈمی، ڈاکٹر عزیزی)، مبارک پور (الجامعۃ الاشرفیہ، المجمع الاسلامی)، ممبئی (رضا اکیڈمی)، دہلی (دارالقلم)، پٹنہ (رضا بک ری ویو، خدا بخش لائبریری)، رام پور (رضا لائبریری)، مالیگاؤں (احقر غلام مصطفی رضوی)۔ اگر راقم کو بھیج دیں تو راقم لوکل ڈاک سے ان مقامات تک باضابطہ بھیج دیا کرے گا۔

بقیہ احوال لائق شکر ہیں۔ احباب و رفقائے کار کا سلام قبول فرمائیں۔

ادارے کے دفتر سے رابطے

گزشتہ ماہ ادارے کے دفتر میں ماہنامہ افق کراچی کے مدیر جناب احمد ترازی اور ڈاکٹر محمد انور خاں (سندھ یونیورسٹی، جامشورو) تشریف لائے۔ دعوت اسلامی کے شعبۂ رسائل و جرائد کے ذمّے داران عابد و سلیم صاحبان بھی تشریف لائے اور اراکین ادارہ سے ملاقات کی۔ ادارے کے ٹرسٹ کی میٹنگ حاجی رفیق برکاتی صاحب کی سربراہی میں منعقد ہوئی۔ صدر ادارہ سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، عبداللطیف قادری، عرفان ضیائی (جمعیت اشاعت اہلسنت)، پروفیسر دلاور خاں، عبدالرزاق تابانی، ڈاکٹر حسن امام اور محمد عبید الرحمٰن نے میٹنگ میں شرکت کی۔

ادارے کے دفتر فون کرنے والوں میں معارف رضا کے قارئین کے علاوہ لاہور سے جناب ظہور الدین صاحب (ادارۂ پاکستان شناسی، لاہور)، علامہ خورشید احمد سعیدی (اسلام آباد)، سلیم اللہ جندران صاحب، احمد ترازی (مدیر افق، کراچی) جانشینِ مسعودِ ملّت جناب مسرور احمد صاحب اور رضا الحسن قادری (دارالاسلام، لاہور) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ادارے کی ویب سائٹ کی خبریں

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی روزِ اوّل سے کوشش رہی ہے کہ امام احمد رضا کے علمی و تحقیقی افکار کو مقامی اور ملکی سطح کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر بھی پھیلایا جائے۔ اس سلسلے میں ادارے کی ویب سائٹ www.imamahmadraza.net کا اہم کردار ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے قائم اس ویب سائٹ کو امسال از سرِ نو ڈیزائن کروایا گیا ہے۔ ادارے کی بھرپور کوشش ہے کہ تحقیقی مواد اور اشاعتیں اس ویب سائٹ کے ذریعے زیادہ سے زیادہ دستیاب ہوں تاکہ دور دراز کے قارئین و محققین استفادہ کر سکیں۔ گزشتہ ماہ جن سینکڑوں افراد نے ادارے کی ویب سائٹ ملاحظہ کی ان کا تعلق درجِ ذیل ملکوں اور شہروں سے ہے: پاکستان کے شہروں کراچی، لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی، فیصل آباد، پشاور، کوئٹہ، گوجرانوالہ اور سرگودھا، ہندوستان کے شہروں ممبئی، نئی دہلی، بنگلور، کلکتہ، حیدرآباد، پونا، لکھنؤ، الٰہ آباد، پٹنہ، اندور، جے پور، چندی گڑھ، ہلدوانی، چنائے، بھوپال، دہاناد، اودے پور، بھوبانیسوار، امرتسر، کوزہیکوڈ، ماہاپی، وراناسی، بلگوام اور میسور؛ امریکہ کی ریاستوں نیویارک، الینوئیس، اوتاہ، کیلیفورنیا، ٹیکساس، فلوریڈا، ٹینیسی، جورجیا، اوکلاہاما اور میری لینڈ؛ انگلینڈ کے شہروں لیسٹر، بریڈفورڈ، لندن، لیڈز، برمنگھم، سوٹن، کارڈف، پریسٹن، اولڈبری، گلاسگو، بولٹن، کرویڈن، ڈونڈی، مانچیسٹر، لوٹن، برسٹل، برنٹوڈ، بیسٹن اور اولڈ ہیم؛ سعودی عرب کے شہروں جدہ، ریاض اور دہران؛ متحدہ عرب امارات کے شہر دبئی؛ کویت؛ کینیڈا کے شہروں ونڈسر، کیچینر، سرے اور مسی سیوگا؛ ماریشس کے شہر

پورٹ لوییس؛ قطر کے شہر دوہا؛ جنوبی افریقہ کے شہروں پریٹوریا، کیپ ٹاؤن، جوہانسبرگ، پوچیفس ٹروم؛ ہالینڈ کے شہروں امسٹرڈم اور زوبلے؛ اسپین کے شہر بارسلونا؛ فرانس کے شہروں پیرس اور سینٹ مور ڈیس فوسیس؛ ملائشیا کے شہر کوالالمپور؛ جرمنی؛ کینیا کے شہر مومباسا؛ انڈونیشیا کے شہروں میڈان، ڈومائی، یوگا یاکرتا؛ ملاوی کے شہر بلانٹائرے؛ بحرین کے شہر مناما؛ ایتھوپیا کے شہر ایڈس ابیبا؛ ناروے کے شہر اوسلو؛ اٹلی کے شہروں مونٹی چیاری اور میلان؛ سینیگال کے شہر ڈاکار؛ ملاوی کے شہر بلانٹائری؛ یونان کے شہر ایتھنز؛ اردن کے شہر عمان؛ نیپال کے شہر کھٹمنڈو؛ فلپائن کے شہر سیگائن ڈی اورو؛ پرتگال کے شہر لسبن؛ روس کے شہر ماسکو؛ فلسطین؛ میکسیکو کے شہر میکسیکو سٹی؛ چین کے شہر ٹائین؛ یمن کے شہر صنعاء؛ سوڈان کے شہر خرطوم؛ تھائی لینڈ کے شہر بنکاک؛ بنگلہ دیش کے شہر ڈھاکہ اور چلی کے شہر سے ایکیکا سے ادارے کی ویب سائٹ ملاحظہ کی گئی۔ ماشاءاللہ

نسیم اختر صدیقی (ملتان)

محترم المقام عزت مآب جناب مدیر اعلیٰ صاحب ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل وماہنامہ معارفِ رضا کراچی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خیریت موجد خیریت مقصود مزاجِ گرامی! سلمہ مسنون کے بعد عرضِ خدمت ہے کہ ہمیں سر خورشید احمد سعیدی صاحب لیکچرار انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی وساطت سے معلوم ہوا کہ آپ مسلکِ حق اہلِ سنّت (بریلویہ) اور اسلام کے پیغام کی صحیح اشاعت و ترویج کے سلسلے عظیم خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور جہاں کہیں مسلکِ حق اہلِ سنّت کو دینی کتب وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، صدقہ جاریہ کی صورت میں اس مسلک کے اہل حضرات کی دینی کتب وغیرہ دیگر گاہے بگاہے مدد کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین اجر و ثواب عطا فرمائے۔ دین و دنیا مقام وعزت عطا فرمائے اور ہمیشہ اس توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

چنانچہ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہمارے جامعہ کی طالبات اور لائبریری کو اپنے ہدیہ سے دینی کتب وغیرہ کی صورت میں نوازیں۔ اور بالخصوص ماہنامہ "معارفِ رضا" کے نئے اور پرانے شمارے عطا فرمائیں۔ آپ کے بے حد ممنون رہیں گے۔ "جزاک اللہ عنّا خیر الجزاء" آمین!

جہاں تک ممکن ہوسکے مسلکِ حق اہلِ سنّت کی تعلیمات و دین اسلام کی اشاعت و خدمت میں ہماری مدد فرمائیں: ہم جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کے فارغ التحصیل پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی شاہد صاحب امیر جماعت اہلِ سنّت پاکستان کے دستِ بیعت ہیں اور مسلک کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ارادے اور مقاصد بہت بلند، خدمتِ دین کا جنون، مسلک و مذہب سے بے حد پیار، مگر وسائل محدود ترین ہیں۔ آپ کی صورت میں امید کی کرن نظر آتی محسوس ہورہی ہے۔ امید واثق ہے کہ آپ ضرور بالضرور مثبت جواب عطا فرمائیں گے۔ ہمارے ادارہ "جامعۃ الصالحات السعیدیہ لعبنات" میں درسِ نظامی (عامہ تاعالمیہ / دورہ حدیث شریف) تک ترجمہ و تفسیر قرآن پاک، تجوید و قراءت، تفہیم دین کورس اور سکول ایجوکیشن (عصری وجدید تقاضوں کے مطابق تعلیم) دی جاتی ہے۔ پروفیسر خورشید احمد سعیدی صاحب انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے مضامین والے تمام رسائل اور تقابل ادیان سے متعلقہ رسائل درکار ہیں۔ نوازش ہوگی۔

ادارے میں موصول ہونے والے رسائل و کتب

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف/مرتب/مترجم	صفحات	ناشر
۱	ابو الخطاب عمر بن الحسن بن علی الاندلسی	التنویر فی ھلد السراج المنیر	۱۶۷	عکس مخطوطہ
۲	An Open Secret	Abdus Sattar Hamdani	۲۴	برکاتِ رضا، پوربندر
۳	Aqida Ahl Al-Islam	Sheikh Gibril fouad Haddad	۵۶	برکاتِ رضا، پوربندر
۴	Gateway to Heaven	Shah Al-e Rasool Nazmi	۲۴۴	امام احمد رضا اکیڈمی افریقہ

تبصرہ نگار: پروفیسر دلاور خاں

نام کتاب: شیخ علی ہجویری کے تفسیری نکات
مؤلف: ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
صفحات: ۹۹
قیمت: ۱۹۰ روپے
ناشر: تصوف فاونڈیشن، گنج بخش روڈ، لاہور۔

حضرت الشیخ ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری کو تصوف کے میدان میں جو شہرت ملی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سابقہ ادوار میں آپ کی صوفیانہ خدمات کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا اور اسی تناظر میں حضرت علی ہجویری کی کتب کا مطالعہ ذوق و شوق سے کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی ہجویری کو صرف تصوف میں تخصص اور ملکہ حاصل تھا لیکن عصرِ حاضر میں آپ پر تحقیقات کا دائرہ کار وسیع ہو رہا ہے۔ کسی محقق نے آپ کی عائلی زندگی کو تحقیق کا موضوع بنایا تو کسی نے فنِ حدیث میں آپ کی مہارت، کسی نے تعلم اور تربیت موضوع بنایا، تو کسی نے آپ کی اسلوبِ دعوتِ تبلیغ کو، کسی نے آپ کی فقہی خدمات پر تحقیق کا آغاز کیا تو کسی نے آپ کی تفسیری خدمات کا جائزہ پیش کیا۔

زیرِ تبصرہ مقالہ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ موصوف کے مذہبی رجحانات میں تصوف کو فوقیت حاصل ہے۔ مشائخ میں حضرت مجدد الف ثانی کی فقہی خدمات پر اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ قلم بند کیا۔ اسی حوالے سے آپ کئی کتب تحریر فرما چکے ہیں۔ موصوف جی۔ سی یونیورسٹی فیصل آباد میں شعبۂ اسلامیات کے چیئر مین کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ اس نوجوان محققِ تصوف سے مشائخ اہلِ سنّت کو بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے تحقیقی مقالے میں "شیخ سید علی ہجویری کے تفسیری نکات" میں حضرت داتا گنج بخش کے تفسیری نکات کا ایک مختصر اور جامع جائزہ پیش کیا ہے جو کشف المحجوب سے ماخوذ ہے۔ یہ مقالہ دو ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں کشف المحجوب کا تعارف اور اس پر تحقیقی کام کی رفتار کا جائزہ لیا ہے جس سے کشف المحجوب کے ہمہ جہت پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جبکہ دوسرے کلیدی باب میں "الشیخ علی ہجویری بحیثیت مفسر" قرآن مجید کا سننا اور اس کے متعلقات اسی باب میں شیخ علی ہجویری کے تفسیری نکات سے بحث کی گئی ہے۔

حضرت ہجویری کی قرآن فہمی کے درک کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے تصوف کی مایہ ناز کتاب کشف المحجوب کا اولین ماخذ قرآن قرار دیا۔ مذکورہ کتاب کو ۲۸۴ آیاتِ قرآنی سے مزین فرما کر اس غلط فہمی کا ازالہ فرمادیا کہ تصوف قرآن و حدیث سے ہٹ کر کسی دوسری شے کا نام ہے۔ ان تفسیری نکات کے مطالعے سے قرآن فہمی کے کئی در وا ہوتے ہیں مثلاً:

حضرت داتا گنج بخش کی تفسیری علوم میں مہارت
حضرت داتا گنج بخش کا تفسیری اسلوب
حضرت داتا گنج بخش کے تفسیری نکات کے ماخذ و مراجع
حضرت داتا گنج بخش کے تفسیری نکات کے موضوعات
اشاری تفسیری نکات کے فروغ میں حضرت علی ہجویری کا کردار
فقہی تفسیری نکات کے فروغ میں حضرت علی ہجویری کا کردار
کلامی تفسیری نکات میں حضرت علی ہجویری کا کردار
تفسیرِ ماثور میں حضرت علی ہجویری کا کردار

یہی وہ قرآنی گنج ہیں جن سے متعلق حضرت سلطان الہند نے اپنے معروف شعر میں اشارہ فرمایا ہے:

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ڈاکٹر صاحب نے کشف المحجوب کی ۲۸۴ آیات میں ۳۲ آیات کو اپنے مذکورہ مقالے کے لیے منتخب فرمایا۔ اس کا اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے کشف المحجوب سے آیات کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس کے بعد حضرت علی ہجویری کے تفسیری نکات کو من و عن نقل کر دیا گیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے بطور خلاصہ ہر آیت کے تفسیری نکات کے نیچے اہم نکات قلم بند کر دیے گئے ہیں۔ اختتام پر مقالے کا مختصر تجزیہ موصوف یوں پیش کرتے ہیں

کہ: حضرت الشیخ علی ہجویری
۱۔ قرآنی آیات نقل کرتے ہیں۔
۲۔ آیات کے تحت مناسب حدیث تحریر فرماتے ہیں۔
۳۔ تفسیری آرا کی نوعیت تفسیر بالماثور کی ہے۔
۴۔ آیت کی تفسیر میں دیگر منابع سے استفادہ کیا گیا ہے۔
۵۔ تفسیرِ آیات کے لیے صوفیہ کے لیے مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں۔

الغرض ان تفسیری نکات میں اشاری تفسیر، کلامی تفسیر، فقہی تفسیر اور ماثور تفسیر کا حسین گلدستہ اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس نے یہ مقالہ مدون کر کے اس فکری تحریک کی داغ بیل ڈالی ہے کہ صوفیانی کتب میں جو تفسیری خزانہ موجود ہے اسے تحقیق کا موضوع بنا کر امتِ مسلمہ کی رہبری اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔ یونیورسٹی کی سطح پر اس موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ مجموعی طور پر یہ مقالہ قرآن فہمی کے شائقین کے لیے ایک انمول تحفہ ہے کتاب کا سرِ ورق نہایت دلکش ہے۔ کاغذ اور طباعت میں اعلیٰ معیار کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ خاص طور پر تصوف فاونڈیشن کے منصرم نصر اقبال قریشی مبارک باد کے مستحق ہیں جو نفع اور نقصان سے بے نیاز ہو کر صوفیانہ ادب کی اشاعت و فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

اس خوبصورت اور علمی کاوش کے باوجود کچھ امور قابلِ توجہ ہیں مثلاً: کہیں ھجویری اس طرح لکھا ہوا ہے اور کہیں ہجویری اس طرح بہتر تھا کہ ہر جگہ یہ لفظ یکساں لکھا جاتا۔ صفحہ نمبر ۵۱ پر سورۂ محمد، آیت نمبر ۱۱، اس طرح تحریر ہے:

اَنَّ الکافرین لا مولا لَھُمْ ای لانا صِرَلَھُمْ

اس آیت میں ای لانا صِرَلَھُمْ یہ اس آیت کا حصہ نہیں بلکہ الحاق ہے۔ اسے سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۱ کے ساتھ متصل لکھا گیا۔ یہ بہت بڑی کوتاہی اور غفلت ہے۔ صفحہ نمبر ۵۱ پر ''اگاہ رہو'' جبکہ یہ ''آگاہ رہو'' ہونا چاہیے۔ اسی صفحہ پر ''الھیہ'' ہے جب کہ الٰہیہ ہونا چاہیے۔ صفحہ نمبر ۵۳ میں آلِ عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں ''حِجَّ'' لکھا گیا ہے حِجُّ ہونا چاہیے۔ صفحہ نمبر ۵۹ پر سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۱ میں ''قدرو'' لکھا گیا ہے جبکہ قدروا ہونا چاہیے۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۵۹ میں سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۵۷ میں ''الِا'' لکھا گیا ہے جب کہ اِلَّا ہونا چاہیے۔ صفحہ نمبر ۶۵ سورۂ حجر، آیت ۴۲ میں ''نِّ'' لکھا ہوا ہے جب کہ اِنَّ ہونا چاہیے۔

امید ہے کے آئندہ اڈیشن میں ناشر و مصنف ان اغلاط کا ازالہ فرمائیں گے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 48 سے ملحق)

درود و سلام ہمارے سردار محمد پر نازل ہو اور ان کے آل و اصحاب پر اور ان کے دوستوں پیروؤں پر تا روزِ محشر جب تک ناصح کی نصیحت مانی جائے اور صحیح قول کی پیروی کی جائے۔ زاں بعد مفتیِ مدینۂ منورہ علیٰ سا کہنا افضل الصلوٰۃ والسلام کا جواب میری نظر میں آیا۔ میں نے اسے حق و صریح و مؤید بہ نقل صحیح پایا تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کے قبول کے لیے گردن رکھے اور اس کی صحیح نقول کے حضور سرِ اطاعت خم کرے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم اور ہمارے سب مسلمان بھائی توفیق پائیں کہ اللہ کی مضبوط رسی تھامے رہیں اور سید المرسلین کی پیروی کریں۔ اہلِ باطل کو دھکے دیں۔ بدمذہبوں، گمراہ گروں سے پرہیز رکھیں اور یہ کہ ہمیں دین و دنیا میں عافیت دے مسلمانوں کا حال درست کرے۔ شفیع المذنبین اور ان کے آل واصحاب سب پر درود و سلام بھیجے۔ راقم امن والی مسجد حرام میں خادمانِ علوم سے ایک خادم محمد ابو حسین اللہ اسے اور اس کے والدین و اساتذہ و حقداران و جملہ اہلِ ایمان کو بخشے۔ آمین! **(محمد ابو حسین)**

(۶)

جس نے جواب دیا، باصواب دیا اور اللہ تعالیٰ حق کا خوب جاننے والا۔ العبد محمد یوسف **(محمد یوسف ۱۲۹۲)**

(۷)

سب تعریفیں اللہ پروردگارِ جہان کو اور درود و سلام اشرف رسل پر نازل ہو۔ الٰہی ہمیں رہنما بنا راہ پانے والے، نہ بہکے ہوئے نہ بہکانے والے، نہ دینِ متین کے بدلنے والے، نہ تغییرِ سنّت کی راہ چلنے والے۔ آمین۔ زاں بعد میں نے یہ سوال اور مفتیِ مدینۂ منورہ کا جواب سنا۔ یہی حق و صواب ہے۔ محتاجِ پروردگارِ قریب محمد سعید ادیب۔ **(المفتقر الیٰ ربہ القریب محمد سعید ۱۳۰۳)**

حواشی

۱؎ بلکہ انہیں گناہوں میں شریک نہ ہونا مقصود ہے جن سے یہ مانع آئے تھے۔ ۱۲ مترجم۔

۲؎ آگے پھر تتمۂ حدیث مذکور ہے۔ ۱۲۔ مترجم۔

۳؎ یا ان سے قطع علاقہ کرنا یا لغت الٰہی کا مستحق ہونا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ۱۲۔ ترجم۔

منظومات

ہدیۂ نعت بحضورِ سرورِ کائنات ﷺ

کچھ ایسا کردے میرے کردگار آنکھوں میں
کہ جلوہ گر رہے وہ گل عِذار آنکھوں میں

وہ لالہ رخ ہو اگر جلوہ بار آنکھوں میں
بہارِ لالہ ہو پھر پائیدار آنکھوں میں

نظر یہ کہتی ہے بے اختیار آنکھوں میں
انہیں جو دیکھے وہی ہے ہزار آنکھوں میں

انہیں نہ دیکھا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں

ابھی ہو رو کشِ عرشِ بریں نظر میری
جو آئے عرش نشیں تاجدار آنکھوں میں

نظر ہے رشکِ نظر افتخار آنکھوں میں
جسے کرے وہ نظر اختیار آنکھوں میں

کرم سے جلوہ کرے جب نگار آنکھوں میں
کھچ آئے ساری چمن کی بہار آنکھوں میں

بنائیں دل کو وہ گھر رہ گزار آنکھوں میں
نظر ہو قدموں پہ ان کے نثار آنکھوں میں

کھچ آئی جان پئے انتظار آنکھوں میں
کرم سے لیجیے اب تو قرار آنکھوں میں

بسے ہیں جب سے مدینے کے خار آنکھوں میں
ہوا ہے صحن چمن خار زار آنکھوں میں

گزر ہو ان کا کبھی بے قرار آنکھوں میں
گہر ہوں نذرِ قدم اشکبار آنکھوں میں

پھر آئیں دن میرے اختؔر شبِ حضوری میں
کرم سے جلوہ کرے جب نگار آنکھوں میں

نگاہِ مفتیِ اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختؔر ہزار آنکھوں میں

(تاج الشریعہ اختر رضا خاں ازہری)

یہ نعت شریف ۸/ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۲/ جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے اس وقت ہوائی جہاز میں فرمائی جب حضور اور حضور کے ہمراہ راقم السطور اور حاجی یونس قریشی صاحب عرسِ اعلیٰ حضرت میں شرکت کی غرض سے دلّی سے دبئی جا رہے تھے۔ عاشق حسین کشمیری عفی عنہ۔

معارفِ رضا سالنامہ و مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

نام کتاب	مدیر اعلیٰ / مدیر	صفحات	قیمت (روپے)	قیمت (ڈالر)
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2005ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	380	200/-	8$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2006ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	255	150/-	6$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2007ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	290	180/-	7$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2009ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	380	250/-	10$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2010ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	390	350/-	13$
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) 2005ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	230	150/-	6$
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) 2007ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	88	150/-	6$
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) 2008ء	صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری	160	150/-	6$
Marif-e-Raza (English) 2009	Syed Wajahat Rasool Qadri, Prof. Dr. Majeed Ullaha Qadri	144	150/-	6$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2005ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	72	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2007ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	98	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2008ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	96	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2010ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	40	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2011ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	40	50/-	2$